ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جنوری 2019ء - ربیع الآخر 1440ھ (جلد 16 شمارہ 04)

جلد 16 شمارہ 04

جنوری 2019ء - ربیع الآخر 1440ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ.........25 روپے
سالانہ.........300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
چوہدری طارق محمود بابر
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.........طلاق یافتہ یا بیوہ عورت کو معیوب ومنحوس سمجھنا...... مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط 171)................ اللہ کے راستہ میں اخلاص سے خرچ

کرنے اور احسان جتلانے وایذارسانی کرنے والوں کی حیثیت..........// // 5

درسِ حدیث............ آخرت میں انبیاء وصلحاء کی شفاعت..........// // 17

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

''طلوع کے وقت، نمازِ فجر'' کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف.......... مفتی محمد رضوان 20

افادات وملفوظات..// // 29

اعمالِ صالحہ کا دنیاوی زندگی پر اثر........................ مولانا شعیب احمد 35

ماہِ ذوالحجہ: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............ مولانا طارق محمود 41

علم کے مینار: .. اسلامی فقہ کی ابتدائی تاریخ وترویج (قسط3)...... مفتی غلام بلال 43

تذکرۂ اولیاء:........حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا روزے رکھنے میں معمول.... مفتی محمد ناصر 48

پیارے بچو!........................مزیدار کیک!................ مولانا محمد ریحان 53

بزمِ خواتین ....شادی اور نکاح میں خواتین کے اختیارات (قسط3)...... مفتی طلحہ مدثر 56

آپ کے دینی مسائل کا حل.......................کعبہ کو دیکھنے کے

وقت دعاء کا حکم (قسط3).......................................ادارہ 62

کیاآپ جانتے ہیں؟... صفائی ستھرائی (Cleanliness) کے آداب (قسط3)... مفتی محمد رضوان 78

عبرت کدہ...... حضرت موسیٰ کی طرف سے معجزات کا ظہور.... مولانا طارق محمود 81

طب وصحت... '' كَمْأَةُ '' کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے (قسط1)... حکیم مفتی محمد ناصر 84

اخبارِ ادارہ......... ادارہ کے شب وروز.......................// // 91

اخبارِ عالم...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.......... مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

طلاق یافتہ یا بیوہ عورت کو معیوب و منحوس سمجھنا

ہمارے معاشرہ میں بہت سے لوگ زوجین میں طلاق ہوجانے کے بعد مطلقہ عورت کو بہرحال بدکردار یا بداخلاق معیوب و منحوس وغیرہ سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے طلاق یافتہ عورت سے کوئی دوسرا شخص بآسانی نکاح کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اور کسی مطلقہ عورت سے نکاح کرنا گویا کہ معاشرہ کی توپوں کا رُخ اپنی طرف کرانے کے مترادف سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ مطلقہ عورت کی بہن وغیرہ سے نکاح کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ ہمارے معاشرہ میں ایک غلط بلکہ جاہلانہ سوچ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض مطلقہ عورتوں سے نکاح کیا ہے، بلکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے طلاق یافتہ بیوی سے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اللہ نے آسمان پر کیا، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ [1]

یہ بات ممکن ہے کہ ایک عورت نکاح کے بعد اپنے شوہر کے شرعی حقوق پورے کر رہی ہو، لیکن مرد کی طرف سے کوتاہی سامنے آنے اور اس کی طرف سے حق تلفی ہونے پر عورت کو اس کے ساتھ موافقت نہ ہوئی ہو، یا مرد، بدکردار، بدزبان، بداخلاق اور غصہ کا عادی وغیرہ ہو، اور اس نے بداخلاقی اور غصہ وغیرہ میں آکر بغیر کسی معقول وجہ کے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو، وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ اس طرح کی بہت سی وجوہات کا پایا جانا ممکن ہے کہ اس میں عورت یا اس کے اہلِ خانہ کا قصور اور عمل دخل نہ ہو، بلکہ مرد کی طرف سے بے جا طریقہ پر طلاق دی گئی ہو، اس لیے کسی عورت کو طلاق ہوجانے کی صورت میں بہرحال اس کو معیوب و منحوس سمجھنا، یا اس کو یا اس کے اہلِ خانہ کو مطعون کرنا یا مطلقہ عورت کی بہن وغیرہ سے نکاح کو معیوب و منحوس سمجھنا درست نہیں، اس سے ہمیں توبہ کرنی چاہیے۔

---

[1] فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (سورة الاحزاب، رقم الآية ٣٧)

بعض اوقات مطلقہ عورت سے، جس کو ظالمانہ طریقہ پر طلاق دی گئی ہو، نکاح کرنے میں زیادہ اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ایسی عورت سے عام طور پر لوگ نکاح نہیں کرتے، ظاہر ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرنا، اس مظلوم کی مدد کرنا اور معاشرہ کی غلط رسم کو توڑنا ہوگا، جس میں عام نکاح سے اضافی ثواب حاصل ہوگا، نیز اس طرح کی عورت، نکاحِ ثانی کے بعد اپنے دوسرے شوہر کی عادتاً زیادہ خدمت اور قدر کرتی ہے۔

اسی طرح ہمارے معاشرہ میں بہت سے لوگ ''بیوہ'' عورت کو بھی معیوب و منحوس سمجھتے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں اس سے نکاح کرنے کو بھی معیوب و منحوس سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ بعض لوگ بیوہ عورت کے میکہ والوں کو بھی معیوب و منحوس سمجھتے ہیں، اور بیوہ عورت کی بہن وغیرہ سے نکاح کو بھی اچھا خیال نہیں کرتے، یہ بھی جاہلانہ اور غلط سوچ ہے، موت کا تو ہر ایک کے لیے اللہ کی طرف سے وقت مقرر ہے، اس میں بیوہ عورت یا اس کے میکہ والوں کا کیا قصور ہے؟ اور بیوہ عورت بھی اپنے متوفیٰ شوہر کے غم کے ازالہ کی وجہ سے اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس سے نکاح کیا جائے، اور معاشرہ کی بے جا اور بری رسم کا خاتمہ کیا جائے، جس میں دھرے اجر و ثواب کی امید ہے، نیز مطلقہ عورت کی طرح، بیوہ عورت بھی دوسرے شوہر کی عادتاً زیادہ قدر و خدمت کرتی ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیوہ خواتین سے بھی نکاح کیا، اور اس طرح بعض مطلقہ اور بیوہ خواتین پورے مسلمانوں کی ماں یعنی ''امّہاتُ المومنین'' کہلائیں، جو کہ ان مطلقہ اور بیوہ خواتین کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی، پھر مطلقہ اور بیوہ عورتوں یا طلاق و بیوہ ہونے کی وجہ سے ان کے اہلِ خانہ کو معیوب و منحوس سمجھنے کا کیا مطلب؟

ہمارے معاشرہ میں جو اس طرح کی کئی غلط فہمیاں اور سنگین غلط فہمیاں پیدا اور رائج ہو چکی ہیں، ہمیں ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ معاشرہ میں پیدا شدہ اس طرح کی جاہلانہ سوچ کی اصلاح فرمائے، اور مطلقہ اور بیوہ اور ان کے اہلِ خانہ کو معیوب و منحوس سمجھنے کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

Idara Ghufran

(سورہ بقرہ: قسط نمبر 171، آیت نمبر 262 تا 266)

مفتی محمد رضوان

اللہ کے راستہ میں اخلاص سے خرچ کرنے اور احسان جتلانے وایذا رسانی کرنے والوں کی حیثیت

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَآ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَآ اَذًی لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ. قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ یَّتۡبَعُهَآ اَذًی وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیۡمٌ. یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَیۡهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَکَهٗ صَلۡدًا لَا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّمَّا کَسَبُوۡا وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ. وَمَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبۡوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُکُلَهَا ضِعۡفَیۡنِ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ. اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ لَهٗ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الۡکِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعۡصَارٌ فِیۡهِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۶۲ الیٰ ۲۶۶)

ترجمہ: جولوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو، اللہ کے راستہ میں، پھر پیچھا نہیں کرتے اس کا، جو انہوں نے خرچ کیا، احسان جتلا کر، اور نہ ایذا دے کر، ان کے لیے اُن کا اجر ہے، اُن کے رب کے پاس، اور نہیں ہوگا، خوف ان پر اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

قولِ معروف اور درگزر کرنا، بہتر ہے، اس صدقہ سے کہ پیچھا کیا جائے، اس کا ایذا دے کر، اور اللہ غنی ہے، حلیم ہے۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، نہ باطل کرو تم اپنے صدقات کو، احسان جتلا کر، اور ایذا دے کر، اس شخص کی طرح، جو خرچ کرتا ہے اپنے مال کو، لوگوں کی ریا کاری کے طور پر، اور نہیں رکھتا ایمان وہ، اللہ پر اور آخرت کے دن پر، اس صاف پتھر کے مثل، جس پر مٹی ہو، پھر پہنچی اس کو زوردار بارش، پس چھوڑ دیا اس کو صاف حالت میں، نہیں قدرت رکھتے یہ کسی چیز پر، اس میں سے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا، ایسی قوم کو، جو کافر ہوں۔ اور مثال ان لوگوں کی، جو خرچ کرتے ہیں، اپنے مالوں کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر، اور ثابت رکھ کر اپنے نفسوں کو، ایسی ہے، جیسے ایک باغ ہو، بلند زمین پر، پہنچی اس کو زوردار بارش، پھر لایا وہ اپنے پھلوں کو دوگنا، پھر اگر نہیں پہنچی، اس کو زوردار بارش، تو ہلکی پھوار ہی کافی ہے، اور اللہ ان کاموں کو جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔ کیا چاہتا ہے تم میں سے کوئی، یہ کہ ہو اس کے لیے ہو کوئی باغ انگور کا اور کھجور کا، جاری ہوں، اس کے نیچے سے نہریں، اس کے لیے اس (باغ) میں ہیں، ہر طرح کے پھل، اور پہنچ جائے اس شخص کو بڑھاپا، اور ہو اس کی اولاد کمزور، پھر پہنچ جائے اس (باغ) کو آندھی، جس میں آگ ہو، پھر وہ (باغ) جل جائے، اسی طرح سے بیان کرتا ہے، اللہ تمہارے لیے آیات کو، تاکہ فکر کرو تم (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں اس طرح خرچ کرنے والوں کا ذکر فرمایا ہے، جو خرچ کرنے کے بعد اپنے خرچ کیے ہوئے مال کی وجہ سے نہ تو دوسرے پر احسان جتلاتے اور نہ ہی دوسرے کو تکلیف وایذا پہنچانے کے درپے ہوتے، اس طرح اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ ان کے رب کے پاس ان کا عظیم اجر وثواب ہے، اور ایک

فضیلت یہ ہے کہ اللہ ان کی خوف اور غم سے حفاظت فرمائے گا، یہ حفاظت دنیا وآخرت دونوں میں بھی ہوسکتی ہے، اور مرنے کے وقت بھی، اور آخرت میں تو یقیناً ہوگی۔

دوسرے کو ایذا پہنچانے کا گناہ ہونا تو ظاہر ہے، لیکن دوسرے کے ساتھ نیکی کرکے، اس پر احسان جتلانے کو لوگ کوئی خاص عیب اور گناہ نہیں سمجھتے، حالانکہ یہ سخت گناہ اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْمَنَّانُ الَّذِىْ لَا يُعْطِىْ شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْفَاجِرِ، وَالْمُسْبِلُ إِزَارَهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا، ایک تو وہ احسان جتانے والا جو کوئی بھی چیز دیتا ہے، تو اس کا احسان جتاتا ہے، اور دوسرے اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ذریعہ بیچنے والا، اور تیسرے اپنے ازار کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والا (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قُلْتُ: مَنِ الثَّلَاثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ؟ قَالَ: اَلْفَخُوْرُ الْمُخْتَالُ، وَأَنْتُمْ تَجِدُوْنَ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ، وَالْبَخِيْلُ الْمَنَّانُ، وَالتَّاجِرُ أَوِ الْبَيَّاعُ الْحَلَّافُ (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٥٣٠) [2]

ترجمہ: میں نے (اللہ کے نبی سے) عرض کیا کہ وہ تین لوگ کون ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تو فخر کرنے والا، کبر وعُجب کرنے والا، اور تم اللہ عزوجل کی کتاب میں اس کا ذکر پاتے ہو کہ بے شک اللہ نہیں

---

[1] رقم الحديث ١٠٦، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار، والمن بالعطية، وتنفيق السلعة بالحلف.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

پسند کرتا کسی کبر وعُجب اور فخر کرنے والے کو، اور دوسرے بخیل احسان جتلانے والا، اور تیسرے تاجر یا فروخت کرنے والا، جو خوب قسم اٹھاتا ہو (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوْثُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرَ، وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطٰى (مسند احمد، رقم الحديث ٦١٨٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اور اللہ ان کی طرف قیامت کے دن (رحمت کی) نظر نہیں فرمائے گا، ایک تو والدین کا نافرمان (اور بدسلوکی کا مرتکب) دوسرے مردانہ عورت جو مَردوں کی مشابہت کرنے والی ہو (یعنی چال ڈھال، وضع قطع میں مردانہ پن اختیار کرنے والی فیشن ایبل عورت) اور تیسرے دیوث (یعنی جو اپنی بیوی کو علم ہوتے ہوئے بدکاری سے نہ روکے) اور تین آدمیوں کی طرف اللہ (رحمت کی) نظر نہیں فرمائے گا، ایک والدین کا نافرمان (اور بدسلوکی کا مرتکب) اور دوسرے شراب کا عادی، اور تیسرے (صدقہ خیرات وغیرہ) دے کر احسان جتلانے والا (مسند احمد)

اس کے بعد اگلی آیت میں فرمایا کہ اچھی بات کہہ دینا اور درگزر کردینا، یہ ایسے صدقہ سے بہتر ہے، جس کے بعد ایذا پہنچائی جائے، اور احسان جتلانے سے بھی دوسرے کو ایذا پہنچتی ہے، اس لیے وہ بھی اس میں داخل ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن يسار، فقد روى عنه جمع، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وصحح حديثه هذا هو والحاكم والذهبي .يعقوب :هو ابن إبراهيم بن سعد الزهري المدني(حاشية مسند احمد)

پھر فرمایا کہ اللہ ''غنی'' ہے، اس کو ویسے ہی کسی کے صدقہ کی ضرورت نہیں، خاص طور پر ایسے صدقہ کی تو ہرگز ضرورت نہیں، جس کے بعد احسان جتلایا گیا ہو، یا کسی دوسرے طریقہ پر ایذا پہنچائی گئی ہو، اور اللہ ''حلیم'' بھی ہے، اور اس نے حساب وکتاب اور جزاوسزا کا ایک دن مقرر فرما رکھا ہے، اور بعض اوقات، دنیا میں بھی سزا دے دیتا ہے، اگرچہ کچھ ٹھہر کر ہو، لہٰذا صدقہ دے کر احسان جتلانے والوں یا صدقہ دے کر ایذا رسانی کے درپے ہونے والوں اور ریاکاری کرنے والوں کو اللہ کی سزا سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

اچھی بات کہنے اور درگزر کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ جس کو صدقہ وغیرہ دیا گیا، اس کی طرف سے کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کے بعد اچھی بات کہہ دینا اور درگزر کر دینا۔

اور یہ بھی داخل ہے کہ اگر کوئی ضرورت مند سوال کرے، تو صدقہ کر کے احسان جتلانے اور تکلیف کے درپے ہونے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو صدقہ دینے کے بجائے کوئی اچھی بات کہہ دی جائے یا کہہ دیا جائے کہ معاف کردو، وغیرہ، وغیرہ۔

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ دوسرے کو اچھی بات کہنا اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ اور درگزر کا معاملہ کرنا، یہ ایسے صدقہ سے بہتر ہے، جس کے بعد ایذا رسانی کی جائے، کیونکہ کئی احادیث میں اچھی بات اور اچھے کام کو، نیز خوش اخلاقی کو بھی صدقہ شمار کیا گیا ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ شِقَّةَ تَمْرَةٍ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جہنّم سے بچو، اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے (کو صدقہ کرنے) کے ذریعہ سے ہی ہو، پس جو شخص کھجور کا ٹکڑا بھی نہ پائے، تو وہ پاکیزہ کلمہ کے ذریعہ سے اپنا بچاؤ کرے (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۳۵۹۵، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام.

إِنَّكُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَسَعُهُمْ مِنكُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ (مسند البزار،رقم الحديث ٩٣١٩، ج١٦ ص١٩٣) [1]

ترجمہ: بے شک تم (سب) لوگوں کے ساتھ اپنے مالوں کے ذریعہ سے اعانت (اور مدد) کرنے کی وسعت نہیں رکھتے، لیکن خندہ پیشانی اور حسنِ خلق کی وسعت تم میں سے ہر ایک رکھتا ہے (بزار)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ(بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر کارِ خیر صدقہ ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے خیر کے کام صدقہ ہیں، یعنی ان میں صدقہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے، جبکہ وہ ثواب کی نیت سے کئے جائیں، اور خاص طور پر جبکہ کسی کو مال کا صدقہ کرنے کی قدرت حاصل نہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ إِنَاءِ أَخِيْكَ (سنن الترمذی) [3]

---

[1] قال المنذری:رواه أبو يعلى والبزار من طرق أحدها حسن جيد (الترغيب والترهيب، ج٣ص ٢٧٦، رقم الحديث ٣٧، كتاب الادب، الترغيب فى الحياء وما جاء فى فضله والترهيب من الفحش والبذاء ، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت)

قال ابن حجر:حديث أبى هريرة سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن أكثر ما يدخل الناس الجنة فقال تقوى الله وحسن الخلق وللبزار بسند حسن من حديث أبى هريرة رفعه إنكم لن تسعوا الناس بأموالكم ولكن يسعهم منكم بسط الوجه وحسن الخلق والأحاديث فى ذلك كثيرة(فتح البارى، ج١٠ ص ٤٥٩، كتاب الادب،قوله باب حسن الخلق والسخاء)

[2] رقم الحديث ٦٠٢١، كتاب الادب، باب :كل معروف صدقة.

[3] رقم الحديث ١٩٧٠، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فى طلاقة الوجه وحسن البشر.

قال الترمذى:وفى الباب عن أبى ذر :هذا حديث حسن صحيح.

Iqra Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر کارِ خیر صدقہ ہے، اور کارِ خیر میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ اپنے (مومن) بھائی سے خندہ پیشانی (اور خوش اخلاقی) کے ساتھ ملاقات کریں، اور یہ بھی داخل ہے کہ آپ اپنے ڈول (یا کسی برتن یا اپنے نَل) سے اپنے کسی (مومن) بھائی کے برتن میں پانی ڈال دیں (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ خوش اخلاقی سے پیش آنا بھی صدقہ کے ثواب کی فضیلت رکھتا ہے۔

اس کے بعد اگلی آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذا رسانی کا ارتکاب کرکے باطل مت کرو، جس سے معلوم ہوا کہ صدقہ دے کر احسان جتلانے اور ایذا رسانی کرنے کی وجہ سے صدقہ کا اجروثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرکے احسان جتلانے اور ایذا رسانی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اجروثواب ضائع کرنے والے کو، لوگوں کی ریا کاری کے طور پر خرچ کرنے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کے مثل فرمایا۔

احادیث میں ریا کاری کو سخت گناہ کا باعث اور چھوٹا شرک قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللَّهُ بِهِ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٦٤٩٩)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی بات (لوگوں کو) سنانے کے لئے کی، تو اللہ اس کو (مخلوق کو) سنوائے گا، اور جس نے کوئی عمل دکھلاوے کے لیے کیا، تو اللہ اس کو (مخلوق کو) دکھلائے گا (اور اس کی تحقیر وتذلیل فرمائے گا) (بخاری)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَعُدُّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرِّيَاءَ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٩٣٧، كتاب الرقاق) [1]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ریاکاری کو چھوٹا شرک شمار کیا کرتے تھے (حاکم)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ قَالُوْا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا جَزَى النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٦٣٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا رکھتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! چھوٹا شرک کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریاکاری، اللہ عز وجل قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا بدلہ دے گا، ان کو فرمائے گا کہ تم ان کی طرف جاؤ، جن کے لئے تم دنیا میں ریاکاری کرتے تھے، پھر دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا (اور اجر وثواب) پاتے ہو (مسند احمد)

پھر مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صدقہ کے بعد احسان جتلانے، ایذا رسانی کرنے اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ صاف پتھر پر مٹی ہو کہ بظاہر تو مٹی کا جسم اور وجود ہے، لیکن زوردار بارش ہونے کے بعد وہ مٹی اس پتھر سے بہہ کر نیست ونابود ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مذکورہ طریقہ پر خرچ کرنے والوں کا اجر وثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، اور ان کو اس طرح کے صدقہ کے اجر وثواب کو حاصل کرنے کی قدرت نہیں ہوتی، اور اللہ ایسے ظالم وکافر لوگوں کو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن، رجاله رجال الصحيح إلا أنه منقطع، عمرو -وهو ابن أبي عمرو مولى المطّلب- لم يسمعه من محمود بن لبيد، بينهما فيه عاصم بن عمر بن قتادة، وهو ثقة، وعمرو صدوق (حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

ہدایت نہیں دیتا، جن کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہو۔

پھر اگلی آیت میں فرمایا کہ صدقہ کر کے احسان جتلانے، ایذا رسانی کا ارتکاب کرنے اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرنے والوں کے برعکس ان لوگوں کی مثال، جو اپنے اموال کو اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتے ہیں، اور اس پر اپنے آپ کو ثابت قدم بھی رکھتے ہیں، خرچ بھی اللہ کی رضا کی خاطر کرتے ہیں، اور بعد میں اپنے نفس کو اس اخلاص پر ثابت قدم رکھتے ہیں، کسی مرحلہ پر احسان جتلا کر، ایذا رسانی و ریا کاری کا ارتکاب کر کے اس کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتے، ایسی ہے، جیسا کہ ایک باغ بلند زمین پر ہو، جس کو اگر زوردار بارش پہنچتی ہے، تو وہ دوگنا پھل دیتا ہے، اور زوردار بارش نہ پہنچے، بلکہ ہلکی سے پھوار اور شبنم بھی پہنچ جائے، تب بھی اس باغ کے پھل آنے کے لیے کافی ہے۔

اور اللہ کو سب لوگوں کے کاموں کی خوب خبر ہے، جو جتنے اخلاص کے ساتھ خرچ کر رہا ہے، اس کو اللہ خوب دیکھ رہا ہے، کوئی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔

پھر مذکورہ آیات میں سے آخری آیت میں فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجور اور انگور کا باغ ہو، جس کے نیچے نہریں بھی جاری ہوں، اور اس میں ہر طرح کے پھل ہوں، اور اس باغ والے کو بڑھاپا پہنچ جائے، اور اس کی اولاد بھی کمزور ہو، جو کمانے کے قابل نہ ہو، بلکہ خود اپنے باپ کی کمائی کی محتاج ہو، پھر اس باغ کو ایک ہوا کا ایسا جھکڑ اور طوفان پہنچ جائے، جس میں آگ ہو، اور وہ یکایک اس عالی شان باغ کو جلا کر خاکستر کر دے۔

صدقہ کر کے احسان جتلانے، کسی قسم کی ایذا رسانی کرنے اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہی ہے۔

اور اللہ اپنی آیات کو واضح طور پر اس لیے بیان کرتا ہے، تاکہ تم غور کرو۔

اسی لیے احادیث میں دوسرے کو تکلیف وغیرہ پہنچانے اور دوسروں کی تحقیر و تذلیل کرنے والوں کو آخرت میں مفلس قرار دیا گیا ہے، اور ان کی نیکیوں کو دوسروں کو دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ کَانَتْ لَہُ مَظْلَمَۃٌ لِأَخِیہِ مِنْ عِرْضِہِ أَوْ شَیْءٍ، فَلْیَتَحَلَّلْہُ مِنْہُ الیَوْمَ، قَبْلَ أَنْ لاَ یَکُونَ دِینَارٌ وَلاَ دِرْہَمٌ، إِنْ کَانَ لَہُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْہُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِہِ، وَإِنْ لَمْ تَکُنْ لَہُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَیِّئَاتِ صَاحِبِہِ فَحُمِلَ عَلَیْہِ (بخاری، رقم الحدیث ۲۴۴۹، کتاب المظالم والغصب،باب من کانت لہ مظلمۃ عند الرجل فحللھا لہ، ھل یبین مظلمتہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت وآبرو یا کسی اور چیز کا ظلم کیا ہو، تو وہ اس سے آج ہی معاملہ حل کرلے، اس سے پہلے کہ (آخرت میں) نہ کوئی دینار ہوگا اور نہ درہم ہوگا، اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا، تو اس کے ظلم کے بقدر لے لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی، تو مظلوم کی برائیوں کو لے کر اس کے اوپر لاد دیا جائے گا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِینَا مَنْ لَا دِرْہَمَ لَہُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ :إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِی یَأْتِی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلَاۃٍ، وَصِیَامٍ، وَزَکَاۃٍ، وَیَأْتِی قَدْ شَتَمَ ہٰذَا، وَقَذَفَ ہٰذَا، وَأَکَلَ مَالَ ہٰذَا، وَسَفَکَ دَمَ ہٰذَا، وَضَرَبَ ہٰذَا، فَیُعْطٰی ہٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ، وَہٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ، فَإِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُہُ قَبْلَ أَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْہِ أُخِذَ مِنْ خَطَایَاہُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ، ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (مسلم،رقم الحدیث ۲۵۸۱ ''۵۹''کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابۂ کرام سے) فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ مفلس ہم میں سے وہ ہے کہ جس کے پاس مال و دولت نہ ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں (درحقیقت) مفلس شخص وہ ہوگا جو قیامت کے دن (اپنے ساتھ) نماز، روزے اور

Idara Ghufran

زکاۃ (جیسے اعمال) لائے گا، پھر وہ شخص آئے گا کہ جس کو اس نے گالی نکالی ہوگی، اور وہ جس پر اس نے بہتان لگایا ہوگا، اور وہ جس کا اس نے مال کھایا ہوگا، اور وہ جس کا اس نے خون بہایا ہوگا، اور وہ جس کو اس نے مارا ہوگا، تو پھر اس (نیک اعمال لے کر آنے والے شخص) کی نیکیاں اس (مظلوم) کو دی جائیں گی، اور کچھ نیکیاں اس (دوسرے مظلوم) کو دی جائیں گی، پھر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی قبل اس کے کہ اس کا فیصلہ پورا (یعنی اس کی اپنی نیکیوں سے اس کے حق میں فیصلہ ہونے سے پہلے دوسرے کو اس کی نیکیاں دلوا کر اس کو نہتا کر دیا جائے گا) پھر ان (مظلوموں) کے گناہ اس (ظالم اور حق تلفی کرنے والے) پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس (ظالم) کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا (مسلم)

TOYOTA GENUINE PARTS

حافظ احسن: 0322-4410682

HONDA GENUINE PARTS

اشرف آٹوز

ٹویوٹا اور ہنڈا کے جینین اور رپلیسمنٹ باڈی پارٹس دستیاب ہیں

حافظ الیاس حافظ اسامہ

گلی نمبر 6، ہاری سٹریٹ، منٹگمری پارک، لاہور

0313-4410682
0333-4410682

4318-C

چوک گوالمنڈی، راولپنڈی

Ph: 051- 5530500
5530555

ashrafautos.rawalpindi@gmail.com

Join us (f) on ashrafautos.rawalpindi

جلد4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

(3)...غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم

(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ

(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم

(7) محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

جلد5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(2)...مقدس اوراق کا حکم

(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم

(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

جلد6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر

(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

جلد7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات و آثار کے فضائل و احکام سے متعلق

13 علمی، فقہی و تحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

آخرت میں انبیاء وصلحاء کی شفاعت (قسط1)

آخرت میں نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوتو شفاعتِ کبریٰ کی نعمت حاصل ہوگی، جس کی برکت سے قیامت کے دن مؤمنوں کا حساب وکتاب شروع کیا جائے گا، بے شمار لوگوں کے حساب میں تخفیف وآسانی ہوگی، بہت سے لوگوں کے درجات بلند ہوں گے، بہت سے لوگوں کو جہنم سے نجات حاصل ہوگی، اس طرح کی شفاعت کسی اور کو حاصل نہیں ہوگی۔

البتہ نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور بعض نیک صالح مومنوں بالخصوص صدیقین اور شہداء وغیرہ کو بھی اللہ کی طرف سے ایک حد تک شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جس کا بعض احادیث میں ذکر آیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَيُصِيبَنَّ أَقْوَامًا سَفْعٌ مِنَ النَّارِ عُقُوبَةً بِذُنُوبٍ أَصَابُوهَا، ثُمَّ يُدْخِلُهُمُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ، يُقَالُ لَهُمْ :الْجَهَنَّمِيُّونَ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۲۹۷۸)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ اپنے کیے ہوئے گناہوں کے عذاب کی وجہ سے جہنم کی آگ سے جھلس کر کوئلے کی طرح ہوجائیں گے، پھران کو اللہ اپنی رحمت، اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا، جن کو ''جھنمیون'' کہا جائے گا (ابویعلیٰ)

---

1 قال حسین سلیم أسدالدارانی:
إسنادہ صحیح (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ صحیح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ مُنْتِنِينَ قَدْ مَحَشَتْهُمُ النَّارُ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ فَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيُّون (مسند أبی داود الطيالسی،رقم الحديث : ۴۲۰،مسند الإمام أحمد بن حنبل،رقم الحديث : ۲۳۴۲۳) [1]

ترجمہ: (اللہ کے حکم سے) جہنم سے ایک بدبودار قوم کوجن کی جلد کوآگ نے جھلسا دیا ہوگا ، اللہ کی رحمت اورشفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے نکال کر جنت میں داخلکیا جائے گا،جن کا نام''جھنمیون''ہوگا(مسندأبی داودالطیالسی،مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کئی قسم کے لوگ،اللہ کے حضور،مومنوں کی شفاعت کریں گے،اوراللہ اپنی رحمت وفضل اورمومنوں کی شفاعت کی برکت سے بہت سے لوگوں کوجہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا، شفاعت کرنے والوں میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، بالخصوص نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوں گے، اور صلحاء اور مخصوص مومنین بھی۔

چنانچہ بعض دوسری احادیث وروایات میں نبیوں ،فرشتوں،شہیدوں اور نیک صالح مومنوں کی شفاعت کرنے کا ذکر آیا ہے،جن سے مذکورہ احادیث کی تشریح وتوضیح ہوتی ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتَقَادَعُ بِهِمْ جَنَبَتَا الصِّرَاطِ تَقَادُعَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ "، قَالَ ": فَيُنْجِي اللهُ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ "، قَالَ " :ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ

---

[1] وقال البوصيری:

رواه أبوداود الطيالسی وأبوبكر بن أبی شيبة واللفظ له وأحمد بن حنبل ، ورواتهم ثقات(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،للبوصيری،تحت رقم الحديث : ۷۷۴۳،باب فی شفاعة الصالحين)

وَالشُّهَدَاءِ أَنْ يَشْفَعُوا فَيَشْفَعُونَ، وَيُخْرِجُونَ وَيَشْفَعُونَ، وَيُخْرِجُونَ وَيَشْفَعُونَ، وَيُخْرِجُونَ (مسند الإمام أحمد بن حنبل ، رقم الحديث : ٢٠٤٤٠)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو قیامت کے دن پل صراط پر سوار کیا جائے گا، وہ اس پل صراط کے دونوں کناروں سے، اس طرح جہنم میں گریں گے، جیسے شمع کے پروانے (شمع کی آگ پر) گرتے ہیں، لیکن اللہ اپنی رحمت سے، جسے چاہے گا، اس کو نجات عطا فرما دے گا، پھر (جب اللہ چاہے گا) فرشتوں کو اور نبیوں کو اور شہیدوں کو اجازت دی جائے گی کہ وہ شفاعت کریں، پھر وہ شفاعت کریں گے اور جہنم سے (اپنی اپنی شفاعت کر کے لوگوں کو) نکالیں گے، اور شفاعت کریں گے اور جہنم سے نکالیں گے، اور شفاعت کریں گے اور جہنم سے نکالیں گے (یعنی فرشتے، نبی اور شہید کئی مرتبہ شفاعت کر کے جہنم سے مومنوں کو نکالیں گے) (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ فرشتے، جنہوں نے بعض بندوں کے نیک اعمال کا مشاہدہ کیا، اور ان کو پسند کیا، وہ بھی شفاعت کریں گے، اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی اپنی اپنی امت کے مؤمن افراد کی شفاعت کریں گے، اور شہید بھی شفاعت کریں گے، اور یہ شفاعت ہر شخص کے حسبِ عمل جلد یا بدیر ہوگی، سب کے لئے ایک ہی وقت میں شفاعت نہ ہوگی۔

طبرانی کی **المعجمُ الاوسط** میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ:

اہلِ جنت کچھ ایسے لوگوں کو جنت میں نہیں پائیں گے، جن کو وہ دنیا میں پہچانتے تھے، پھر وہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے پاس آ کر ان لوگوں کا ذکر کریں گے، تو انبیائے کرام ان لوگوں کی شفاعت کریں گے، اور ان کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا، پھر ان کو ''طلقاء'' کہا جائے گا (یعنی جہنم سے آزاد ہونے والے) پھر ان پر ''ماءُ الحیاۃ'' ڈالا جائے گا (اور پھر اس پانی سے نہلا کر اور صاف ستھرا کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا) (ملاحظہ ہو: المعجم الأوسط ، رقم الحديث : ٣٠٤٤)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث: ١٨٥٢٩)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

’’طلوع کے وقت، نمازِ فجر‘‘ کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ’’حجة الله البالغة‘‘ میں فرماتے ہیں:

ووقت الضرورة وهو ما لا يجوز التأخير إليه إلا بعذر .وهو قوله صلى الله عليه وسلم " :من أدرك ركعة من الصبح قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح، ومن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر (حجة الله البالغة، ج ۱،ص ۱۳۲۱،أوقات الصلاة)

ترجمہ: اور ضرورت والا وقت وہ ہے، جس تک نماز کو عذر کے بغیر مؤخر کرنا جائز نہیں، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ جس نے فجر کی ایک رکعت کو سورج طلوع ہونے سے پہلے پالیا، تو اس نے فجر کی نماز کو پالیا، اور جس نے عصر کی ایک رکعت کو، سورج غروب ہونے سے پہلے پالیا، تو اس نے عصر کو پالیا (حجۃ اللہ البالغہ)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ’’مصفّٰی‘‘ میں فرماتے ہیں:

ہر کہ دریافت یک رکعت از نماز صبح ہر آئینہ وے دریافت نماز صبح را یعنی نماز ادا است، نہ قضا، و ہر کہ دریافت یک رکعت از نمازِ عصر ہر آئینہ دریافت نماز عصر را وہمچنیں سائر نمازہاست وحرام است تاخیر نماز تا ایں حد (مصفّٰی، ج ا ص ۷۷، باب من ادرک رکعة من الصبح فقد ادرک الصبح، مطبوعہ: مطبع فاروقی، دہلی)

ترجمہ: ہر وہ شخص کہ جس نے صبح کی نماز کی ایک رکعت کو اس کے وقت میں پالیا، تو اس نے صبح کی نماز کو پالیا، یعنی یہ نماز ادا ہوگی نہ کہ قضاء، اور ہر وہ شخص کہ جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو اس کے وقت میں پالیا، تو اس نے عصر کی نماز کو پالیا، اور اسی طریقہ سے تمام نمازوں کا حکم ہے، لیکن نماز میں (بلا عذر) اتنی تاخیر کرنا حرام ہے (کہ وہ مکمل اپنے وقت میں نہ پڑھی جاسکے) (مصفّٰی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ، اپنی مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ''مصفّٰی'' میں مزید فرماتے ہیں:

ہر کہ یک رکعت از نماز در وقت خود بجا آرد و باقی خارج وقت، اُورا حکم ادا است، در قصر صلاۃ و اتمام آں و ابوحنیفہ در نماز صبح خلاف کردہ است و آں ضعیف است۔

و جمعے تفریع کردہ اند بریں حدیث کہ اگر عذرِ معذور زائل شد و از وقت مقدار یک رکعت باقی ماندہ است او را لازم می شود آں نماز، مانند آں کہ ہوشیار شد مجنون یا بالغ شد صبی یا طاہر شد حائض، و زیادہ تر کردہ اند جمعے و گفتہ اند کہ اگر قدرِ تکبیرِ احرام از وقت یافت لازم می شود قضا آں نماز۔

و نزدیک فقیر دریں تفریع نظر است، زیرا کہ استطاعت شرطِ وجوبِ ادا است، و وجوبِ قضا متفرع بر وجوبِ ادا، و ایں جا رکعتِ اخیرہ قضا است کہ شارع تیسیر اً و تفضلاً در حکم ادا ساختہ است و تابع جزئی کہ در وقت کردہ شد نمودہ۔

باقی ماند سوال و آں آنست کہ چوں حال صلاۃ بر یک منوال است، پس تخصیص فجر و عصر را بایں مرتبہ، چنانچہ در اکثر روایات واقع شدہ سبب چہ باشد، علما گفتہ اند کہ ایں تخصیص را دو سبب است، اول آں کہ ایں دو نماز در دو طرفِ روز واقع اند، و مصلی بعضے چوں نماز بگذارد، و بعد ازاں آفتاب بر آید یا فرو رود بیقین معلوم میکند کہ وقت بر آمد، پس اگر ایں حکم را دریں صورت بیان نمی فرمود گمانِ فوت بیقین می انجامید، بخلاف اواخرِ اوقات نماز ہائے دیگر کہ انتہائے آں بایں وضوح و ظہور معلوم نمی شود۔

دوم آن کہ در احادیثِ صحیحہ نہی واقع شدہ است از نماز دریں دو وقت، بس اگر ایں دو حکم را دریں صورت بیان نمی فرمود گمان می شد کہ بسببِ دخول ایں دو وقت نماز فاسد شدہ باشد (مصفّٰی، ج۱ص۷۸و۷۹، باب من ادرک رکعة من الصبح فقد ادرک الصبح، مطبوعہ: مطبع فاروقی، دہلی)

ترجمہ: کسی بھی نماز کی ایک رکعت کو اس کے اپنے وقت میں پڑھ لیا، اور باقی کو خارج

وقت میں پڑھا، اس کو ادا کا حکم حاصل ہے، خواہ وہ نماز قصر والی ہو یا اتمام والی، اور امام ابو حنیفہ نے صبح کی نماز میں اختلاف کیا ہے، جو کہ کمزور بات ہے۔

اور ایک جماعت نے اس حدیث پر یہ تفریع کی ہے کہ اگر کسی معذور کا عذر زائل ہوگیا، اور ایک رکعت کے بقدر وقت باقی تھا، تو اس پر یہ نماز لازم ہوجائے گی، مثلاً کوئی مجنون ہوش میں آ گیا، یا بچہ بالغ ہوگیا، یا حائضہ عورت پاک ہوگئی، اور اہلِ علم کی ایک جماعت تو اس ایک رکعت کی حد سے بھی اس تفریع میں آگے بڑھ گئی، اور وہ اس کے قائل ہوئے کہ مذکورہ اعذار زائل ہونے کے بعد اگر تکبیرِ تحریمہ کے بقدر وقت باقی تھا، تو اس کو یہ نماز لازم ہوجائے گی۔

لیکن بندہ کے نزدیک یہ تفریع محلِّ نظر ہے، کیونکہ استطاعت، وجوبِ ادا کی شرط ہے، اور وجوبِ قضا کا حکم، وجوب ادا پر متفرع ہوتا ہے، اور اس جگہ اخیر کی رکعت قضا ہے، لیکن شارع نے آسانی اور فضل وانعام کے طور پر ادا کا حکم لگا دیا ہے، اور اس جزء کے تابع کر کے جو وقت میں ادا ہوتی (یعنی ایک رکعت) اس کو بھی ادا قرار دے دیا (یعنی فجر میں دوسری کو اور عصر میں دوسری تیسری اور چوتھی کو)

ایک سوال باقی رہ گیا، جو کہ یہ ہے کہ جب ہر نماز کا یکساں حکم ہے (اور اس میں فجر اور عصر کی تخصیص نہیں) تو اس طرح فجر اور عصر کی تخصیص کیوں کی گئی، جیسا کہ اکثر احادیث وروایات میں یہ تخصیص واقع ہوئی ہے، اس کا کیا سبب ہے؟ علما کا فرمانا یہ ہے کہ اس تخصیص کے دو سبب ہیں، پہلا سبب یہ ہے کہ یہ دو نمازیں دن کے دو کناروں پر واقع ہیں، اور بعض نمازی جب نماز ادا کرتے ہیں، اور اس کے بعد سورج طلوع ہوجاتا ہے، یا غروب ہوجاتا ہے، تو یقینی طور پر ان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ وقت ختم ہوگیا ہے، پس اگر یہ حکم اس صورت میں بیان نہ کیا جاتا، تو وہ یقینی طور پر یہی سمجھتے کہ ہماری نماز فاسد یا ضائع ہوگئی، بخلاف دوسری نمازوں کے آخری اوقات کے، کہ وہ اتنی وضاحت اور صراحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوتے (اس لیے ان اوقات میں نماز پڑھنے

کے دوران وقت خارج ہونے پر نماز پڑھنے والے پتہ نہیں چلتا کہ وقت خارج ہوگیا، لہٰذا ان نمازوں میں یقینی طور پر فساد واضح نہیں ہوتا، پس جب یہ دو نمازیں جن میں فساد زیادہ واضح تھا، فاسد نہ ہوئیں، تو دوسری نمازیں بدرجہ اولیٰ فاسد نہ ہوئیں)

دوسرا سبب یہ ہے کہ صحیح احادیث میں ان دو اوقات (یعنی طلوع وغروب) کے اندر نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے، پس اگر ان دو نمازوں کا اس صورت میں حکم بیان نہ کیا جاتا، تو یہ گمان ہوسکتا تھا کہ ان دو وقتوں کے داخل ہونے سے نماز فاسد ہوگئی ہے (اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے اکثر احادیث وروایات میں فجر اور عصر کی نماز کی تصریح وتوضیح کردی گئی) (مصفّی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے جمہور فقہائے کرام کے قول کی احادیث کی روشنی میں بڑی محققانہ بحث فرمائی ہے، جن کے نزدیک جس طرح عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج غروب ہوجانے سے عصر کی نماز فاسد نہیں ہوتی، اسی طرح فجر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج طلوع ہوجانے سے بھی فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی، جس کا حاصل یہ ہے کہ احادیث میں نماز کی ایک رکعت پانے والے کو اس نماز کو پانے والا قرار دیا گیا ہے۔ [1]

بعض احادیث میں ہر نماز کے بارے میں یہی حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ [2]

جبکہ بعض احادیث میں فجر اور عصر کی نماز کی تصریح کرکے مذکورہ حکم بیان کیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ أَدْرَکَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً، فَقَدْ أَدْرَكَهَا كُلَّهَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٨٨٨٣)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن شهاب، عن سالم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من أدرک رکعة من صلاة من الصلوات فقد أدركها إلا أنه يقضى ما فاته(السنن الصغرى للنسائى، رقم الحديث ٥٥٨)

[3] عن أبى هريرة :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من أدرک من الصبح رکعة قبل أن تطلع الشمس، فقد أدرک الصبح، ومن أدرک رکعة من العصر قبل أن تغرب الشمس، فقد أدرک العصر (بخارى، رقم الحديث ٥٧٩)

عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من أدرک من العصر سجدة قبل أن تغرب الشمس، أو من الصبح قبل أن تطلع، فقد أدركها، والسجدة إنما هى الركعة (مسلم، رقم الحديث ٦٠٨)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی شخص کسی نماز کے وقت کے اندر اس نماز کی ایک رکعت کو بھی ادا کر لے، تو اس کی پوری نماز ادا کہلاتی ہے، خواہ اس نماز کی باقی رکعتیں اس نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد ادا کی گئی ہوں، وہ الگ بات ہے کہ بلا عذر اتنی تاخیر کرنا گناہ ہے۔

بلکہ حنفیہ اور حنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ اگر کوئی نماز کا ذرا سا جزو بھی، خواہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے برابر ہو، وقت کے اندر ادا کر لے، تو وہ پوری نماز ادا ہی کہلاتی ہے۔

اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس صورت میں نماز ادا کہلاتی ہے، جبکہ کم از کم ایک رکعت اپنے وقت میں ادا کی جائے، اس سے کم کی صورت میں قضاء کہلاتی ہے۔ [1]

اور بعض احادیث میں جو فجر اور عصر کی نمازوں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ صرف ان دو نمازوں کا یہ حکم ہے، بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان دو نمازوں کے آخری اوقات، سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی وجہ سے دوسری نمازوں کے اوقات کے مقابلہ میں زیادہ نمایاں ہوتے ہیں، اور ان دو اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت بھی آئی ہے، جس سے فجر یا عصر کی نماز پڑھنے والے کو اس صورت میں جبکہ نماز پڑھنے کے درمیان میں وقت ختم ہو جائے، اپنی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ابن عباس، قال " :مـن أدرک من العصر رکعة قبل أن تغرب الشمس، فقد أدرکها "یروی ذلک عن ابـن عباس، عن أبی هریرة، عن النبی صلی الله علیه وسلم " :ومن أدرک من الفجر رکعة قبل أن تطلع الشمس، فقد أدرکها (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۹۸۷)

قال شیعب الارنوؤط: إسناده صحیح (حاشیة مسند احمد)

[1] أمـا إن أدرک الـمـصـلـی جـزء ا من الصلاة فی الوقت فهل تقع أداء ؟ للفقهاء رأیان :الأول لـلـحنفیة، والحنابلة علی الراجح، والثانی للمالکیة والشافعیة.

الـرأی الأول ـ للحنفیة والحنابلة فی أرجح الروایتین عن أحمد .تدرک الفریضة أداء کلها بتکبیرة الإحرام فـی وقتهـا المخصص لها، سواء أخرها لعذر کحائض تطهر، ومجنون یفیق، أو لغیر عذر، لحدیث عائشة :أن الـنـبـی صلی الله علیه وسلم قال :مـن أدرک سـجدة من العصر قبل أن تغرب الشمس، أو من الصبح قبل أن تطلع الشمس، فقد أدرکها ولـلبخاری فلیتم صلاته وکإدراک المسافر صلاة المقیم، وکإدراک الجماعة، ولأن بقیة الصلاة تبع لما وقع فی الوقت.

الـرأی الثانی ـ للمالکیة، والشافعیة فی الأصح :تـعد الصلاة جمیعها أداء فی الوقت إن وقع رکعة بسجدتیها فـی الـوقـت، وإلا بـأن وقـع أقل من رکعة فهی قضاء ، لخبر الصحیحین :مـن أدرک رکـعة من الصلاة، فقد أدرک الصلاة أی مؤداة .ومـفـهـومـه أن من لم یدرک رکعة لا یدرک الصلاة مؤداة، والفرق بین الأمرین: أن الـرکـعة مشتـمـلـة علی معظم أفعال الصلاة، وغالب ما بعدها کالتکرار لها، فکان تابعا لها(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، ج ۱ ،ص ۶۷۵)

نماز کے قضا یا فاسد ہونے کا اندیشہ تھا، اس کو دور کرنے کے لیے ان دو نمازوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نزدیک حنفیہ کا دوسری تمام نمازوں کے مقابلہ میں فجر کو الگ حکم دے کر اس کو فاسد قرار دینا، راجح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ کسی بھی حدیث میں فجر کی نماز کے بارے میں الگ سے فساد کا حکم نہیں بیان کیا گیا، بلکہ جس حدیث میں بھی عصر کی نماز پالینے کا ذکر کیا گیا ہے، اسی میں ساتھ ہی فجر کی نماز کو پالینے کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا قیاس وغیرہ سے نص کی مخالفت یا اس میں تقسیم بظاہر راجح معلوم نہیں ہوتی۔ [1]

متعدد مشائخِ دیوبند نے بھی اس سلسلہ میں حنفیہ کے مشہور قول کو زیادہ راجح اور مضبوط نہیں سمجھا۔

چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ نے ’’سننُ الترمذی‘‘ کی شرح ’’الکوکب الدری‘‘ میں اس پر کلام کیا ہے۔ [2]

---

[1] وقد رد الحنفية على التفرقة بين العصر والصبح مع أن هذا الحديث يسوى بينهما :بأن التعارض لما وقع بينه وبين النهى عن الصلاة فى الأوقات الثلاثة، رجعنا إلى القياس، كما هو حكم التعارض، فرجحنا حكم هذا الحديث فى صلاة العصر، وحكم النهى فى صلاة الفجر (رد المحتار 1 /346:) والحق أن هذه التفرقة لدى غير مقبولة، لأنه يلزم عليها العمل ببعض الحديث وترك بعضه(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، ج ۱، ص ۶۸۰)

[2] وانت تعلم مافيه من الاختلال وتزويق المقال فان قولهم النهى عن الافعال الشرعية يقتضى صحتها فى انفسها ينادى باعلى نداء على جواز الصلاتين كلتيهما وان اعتراهما حرمة بعارض التشبه بعبدة الشمس فادعاء المعارضة بينهما باطل، وان قطع النظر عن ذلك فلا وجه لعدم الجواز فى الفجر والجواز فى العصر ، فان الوقت شرط لكلتيهما (الكوكب الدرى، على جامع الترمذى للجنجوهى ج ۱ ص ۱۰۳)

فالمعنىٰ ان من لحق بركعة من الفجر قبل طلوع الشمس فقد ادرك الفجر بمعنى ان النائم مثلا والساهى او المقصر اذا شرع فى الصلاة والباقى من الوقت لم يكن الا قدر ركعة لو صلى واتم صلاته جازت صلاته، واما ان صلاته هل هى مكروهة اولا فامر آخر لم يبحث عنه ههنا وحاصله ان هذه الرواية تبنى عن فراغ الذمة لمن صلى فى شيئ من هذين الوقتين وان لم يخل فعله ذلك من كراهة ولايعارضه حديث النهى عن الصلاة فى الوقتين لان النهى عن الافعال الشرعية لما كان هو المبنى عن صحتها كان مؤدى الروايتين هو الجواز غير ان الرواية الاولىٰ لم تتعرض عن القبح المجاور بخلاف الثانية فانها اظهرت صفة الصلاة فى هذين الوقتين او يقال من ههنا ليست للجنس بل هى ههنا للنوع يعنى اذا ادرك الصبى اواسلم الكافر او طهرت الحائض والنفساء والوقت من الفجر والعصر باق مقدار التحريمة اى التمكن فيه من التحريمة بعد الطهارة فقد ادرك هؤلاء الجماعة الفجر والعصر فوجبت عليهم هذا ولعل الله يحدث بعد ذلك امرا(الكوكب الدرى، على جامع الترمذى للجنجوهى ج ۱ ص ۱۰۵)

اورعلامہ شبیراحمدعثمانی صاحب رحمہ اللہ نے ''صحیح مسلم '' کی شرح ''فتح الملهم ''میں اس پرکلام کیاہے۔ [1]

اورعلامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ''صحیح بخاری '' کی شرح ''فیض الباری ''میں اس طرف اشارہ کیاہے۔ [2]

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنے سیر افغانستان کے حالات میں ایک مدرسہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

سب سے پہلے جس جماعت میں پہنچا، اس میں مشکاۃ کا درس ہورہاتھا، اور مقام وہ تھا، جہاں اوقاتِ ثلاثہ (زوال، طلوع اورغروب) میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے، پھر اس کے مقابل وہ حدیث تھی، جس میں بیان ہے کہ اگر طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت صبح کی اداکرلی، یاغروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت تمام کرلی ہے، تو وہ دونوں

---

[1] قال العبد الضعيف عفا الله عنه: والذى يترجح بحسب الادلة من مجموع الروايات فى المسألة، مع مرعاة اصول الحنفيةهو: جواز الاتمام لمن صلى ركعة من الفجر، او العصر، قبل الطلوع اوالغروب، فان الامر بالامساک عن الصلاة وقطعها فى الفجر انما هو لنهى الصلاة فى الاوقات الثلاث؛ ، ويعارض هذا النهى النهى عن ابطال العمل، وقد صرح فى الدرالمختار وغيره : انه يلزم نفل شرع فيه قصدا، ولو عند غروب وطلوع واستواء على الظاهر، اى ظاهر الرواية عن الامام، لقوله تعالىٰ: لاتبطلوا اعمالكم، ونقل ابن عابدين عن صاحب البحر ان قطع الصلاة بغير عذر حرام ، فالنهيان : اى النهى عن الصلاة فى الاوقات الثلاثة ، والنهى عن ابطال العمل قد تعارضا، فيبقى حديث الباب ، اى حديث الادراک والاتمام سالما من المعارض، فيحكم به، وبطريق آخر: ان ابطال العمل بغير عذر ممنوع، والعذر فى هذه المسألة عند من قال بقطع الصلاة عندالطلوع انما هو كراهة الوقت، لكن دل احاديث الباب بسائر طرقها ان الشارع لم يعتبر هذا العذر فى حق مدرک الركعة قبل الطلوع، كما دل القياس عند الحنفية على عدم اعتباره فى حق مدرک الركعة قبل الغروب، بل فى حق من شرع العصر فى وقت صحيح، ثم مدها الى الغروب ايضا، فبقى العمل على النهى عن ابطال العمل، فيؤمر باتمام الصلاة فى الفجر والعصر كليهما، والله اعلم (فتح الملهم ، المجلدالرابع ص۲۸۷، باب من ادرک ركعة من الصلاة فقد ادرک)

[2] وجملة الكلام أن الحديث لا يفرق بين الفجر والعصر، وظاهره موافق لما ذهب إليه الجمهور، وتفريق الحنفية باشتمال العصر على الوقت الناقص دون الفجر عمل بإحدى القطعتين وترک للأخرى بنحو من القياس، وذا لا يرد على الطحاوى، فإنه ذهب إلى النسخ بالكلية من الأحاديث التى وردت فى النهى عن الصلاة عند طلوع الشمس وعند غروبها، إلا أن المعروف من مذهب الحنفية خلافه، فإنهم قائلون فى العصر بصحتها (فيض البارى شرح البخارى، ج۲ باب من أدرک ركعة من العصر قبل الغروب)

نمازیں ہو جائیں گی، چونکہ امام ابوحنیفہ کا مسلک اس بارہ میں یہ ہے کہ عصر کی نماز تو ہو جائے گی، مگر صبح کی نہیں ہوگی، اور اس لیے مدرس صاحب نے علمائے احناف کے مشہور طریقۂ استدلال کو کہ چونکہ یہ دونوں حدیثیں منعِ صلاۃ اور اس ایک رکعت کے پالینے پر پوری نمازیں درست ہو جانے والی حدیث میں تعارض ہوا، تو ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا، اور یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ عصر کی نماز ناقص وقت میں شروع کی گئی، اور ناقص وقت میں تمام ہوئی، اس لیے درست ہوئی، اور صبح کی نماز صحیح وقت میں شروع ہوئی، اور ناقص میں تمام ہوئی، اس لیے وہ درست نہیں ہوئی۔

میرا جی چاہا کہ عرض کروں کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض سرے سے نہیں، حدیثِ منع کا منشا یہ ہے کہ عین زوال اور طلوع اور غروب کے وقت نماز شروع نہ کی جائے، اور دوسری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی نے طلوع یا غروب سے پہلے نماز شروع کی تھی کہ ایک رکعت کے بعد دوسری رکعت میں آفتاب طلوع یا غروب ہو گیا، تو نماز توڑی نہ جائے، تمام کی جائے، اور وہ نمازیں درست ہوں گی، لیکن افغان علماء کے تشدد کا خیال کر کے میں نے جرأت نہ کی (سیر افغانستان ”تین ہم سفر: علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی، سر راس مسعود“ از علامہ سید سلیمان ندوی، ص ۶۷، ۶۸، بعنوان ”دار العلوم عربی“ مطبوعہ: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی)

جہاں تک معذور کا عذر ایسے وقت میں زائل ہونے کا تعلق ہے کہ نماز کے وقت میں ایک رکعت یا تکبیرِ تحریمہ کے بقدر وقت باقی ہو، تو اس پر نماز واجب ہونے کے متعلق یہ دونوں قول ہیں، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا، لیکن حضرت شاہ صاحب کو اس پر اطمینان نہیں، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رجحان ان اقوال کے بجائے، امام زفر رحمہ اللہ کے قول کی طرف ہے، جن کے نزدیک اس وقت تک نماز واجب نہیں ہوتی، جب تک عذر زائل ہونے کے بعد اس نماز کے وقت کی کم از کم اتنی مقدار موجود ہو کہ جس میں وہ پوری فرض نماز ادا کی جا سکے، کیونکہ وجوبِ اداء کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت میں تصورِ اداء پایا جائے، اور اس سے کم مقدار میں فرض کی ادائیگی کا تصور پایا نہیں جاتا، لہٰذا اس سے کم وقت میں وجوبِ اداء محال ہے۔

اورعامۃُ الناس کا تعامل اور آسانی بھی اس میں ہے، کیونکہ یہ اہتمام بڑا مشکل ہے کہ مثلاً حائضہ پاک ہونے کے عین لمحہ کو دیکھ کر اوقاتِ صلاۃ سے موازنہ کرتی ہو، جس میں ایک لمحہ کا بھی فرق پیدا نہ ہو، جبکہ تحریمہ وغیرہ کے بقدر کا پتہ چلانا تو آج کل کی گھڑیوں وغیرہ کو دیکھ کر بھی مشکل ہے، بلکہ عملی طور پر انتہائی دشوار ہے، اور تکلیف مالا یطاق سے کم نہیں، جبکہ اتنی باریکیوں کا شریعت مکلّف نہیں کرتی۔ [1]

خلاصہ کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نزدیک نمازِ فجر پڑھتے ہوئے، اگر سورج طلوع ہوجائے، تو وہ نماز معتبر ہوجاتی ہے، اور اگر طلوع سے پہلے کم ازکم ایک رکعت پڑھ لی جائے، تو وہ نماز ادا کہلاتی ہے، اس قول کے دلائل مضبوط ہونے کی وجہ سے ہمارا رجحان بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اور بعض دوسرے مشائخِ دیوبند کی طرح اسی قول کی طرف ہوا۔

اس مسئلہ کی تفصیل بندہ محمد رضوان نے اپنے ایک مستقل رسالہ میں تحریر کردی ہے۔

---

[1] اختلف الفقهاء في وجوب الصلاة على المدرك لوقتها بعد زوال الأسباب المانعة لوجوبها بأقل من ركعة وهى :الحيض والنفاس، والكفر والصبا، والجنون والإغماء ، والنسيان والسفر والإقامة، ونحو ذلك.ولا خلاف بين جمهور الفقهاء فى أنه إذا زالت هذه الأعذار ، كأن طهرت الحائض والنفساء ، وأسلم الكافر ، وبلغ الصبى، وأفاق المجنون والمغمى عليه، وتذكر الناسى، واستيقظ النائم، وقد بقى من وقت الصلاة قدر ركعة أو أكثر وجب عليه أداء تلك الصلاة لحديث :من أدرك ركعة من الصبح قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح، ومن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر ، ولحديث :من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك الصلاة ،

ولم يخالفهم فى هذا إلا زفر حيث قال :لا يجب عليه أداء تلك الصلاة إلا إذا بقى من الوقت مقدار ما يؤدى فيه الفرض لأن وجوب الأداء يقتضى تصور الأداء ، "وأداء كل الفرض فى هذا القدر لا يتصور ، فاستحال وجوب الأداء .قال الكاسانى :وهو اختيار القدورى من الحنفية .

وأما إذا أدرك أقل من ركعة فاختلف جمهور الفقهاء ، فقال الحنفية -عدا زفر ومن معه -والشافعية فى الراجح عندهم والحنابلة :إذا زالت الأسباب المانعة من وجوب الصلاة، وقد بقى من وقت الصلاة قدر تكبيرة الإحرام أو أكثر وجبت الصلاة، لأن الصلاة لا تتجزأ، فإذا وجب البعض وجب الكل، فإذا لم يبق من الوقت إلا قدر ما يسع التحريمة وجبت التحريمة، ثم تجب بقية

الصلاة لضرورة وجوب التحريمة فيؤديها فى الوقت المتصل به ، ولأن القدر الذى يتعلق به الوجوب يستوى فيه قدر الركعة ودونها، كما أن المسافر إذا اقتدى بمتم فى جزء من صلاته يلزمه الإتمام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٦،ص ٣٠٠،مادة "مدرك")

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

علماء کو غلطی کے اعتراف میں عار نہیں کرنی چاہیے

(03 شعبان المعظم 1439ہجری)

آج کل بعض علماء کے پاس نہ صحیح علم ہوتا، اور نہ ہی ان کی صحیح تربیت ہوتی، اس وجہ سے وہ غلط بات کرنے کے باوجود اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے لیے آمادہ نظر نہیں آتے، بلکہ اگر کبھی غلطی ہوجائے، اور بعد میں انہیں خود سے بھی اپنی غلطی کا احساس وادراک ہوجائے، تب بھی اپنی غلطی کی اصلاح اور دوسروں کو اس کی اطلاع کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اپنی غلطی کے معلوم ہوجانے کے باوجود اگر کہیں پھنس جائیں، تو اپنی غلطی کو زبردستی درست باور کرانے کے لیے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ ہمارا مطلب یہ نہیں تھا، بلکہ یہ مطلب تھا، اور لوگوں کو ہمارا مطلب سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی، اور اس طرح وہ اپنی غلطی کو بھی دوسروں پر تھونپ دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ دوسرے کے سمجھنے میں غلط فہمی کا مطلب یہی ہے کہ کہنے والے نے تو صحیح کہا، مگر سمجھنے والے نے صحیح نہیں سمجھا، بلکہ غلط سمجھا، اگر اتنا ہی کہہ دیتے کہ مجھ سے فلاں بات کو سمجھانے میں غلطی ہوئی، تب بھی غنیمت تھا، مگر ان سے یہ بھی نہ ہوسکا۔

ایسے حضرات کو بزرگوں اور اسلاف کے واقعات وارشادات میں غور کرنا چاہیے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

ہماری اصل سادگی اور بے تکلفی (جو کہ سنت ہے) یہ ہے کہ اگر کوئی بات ہم کو معلوم نہ ہو یا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آوے، تو پچاس آدمیوں کے سامنے کہہ دے کہ ہم کو معلوم نہیں یا ہماری سمجھ میں نہیں آیا، مدرس (یعنی تدریس کرنے والے استاذ) کی بے تکلفی یہ ہے کہ اگر اس سے کسی مقام کی تقریر میں غلطی ہوجائے، اور شاگرد متنبہ کرے، تو فوراً اپنی غلطی

کا اقرار کرلے، آج ہم اس صفت کو مفقود (اور غیر موجود) پاتے ہیں، مگر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (نانوتوی) رحمۃ اللہ کی دس مرتبہ کی حکایت ہے کہ جہاں آپ سے تقریر میں کچھ فروگزاشت ہوا، اور کسی طالب علم نے عرض کردیا، تو فوراً فرمادیتے کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی، اور صحیح تقریر یہی ہے، جو تم نے کی، اور مولانا پر اس حالت کا ایسا غلبہ ہوتا تھا کہ اس کو ایک ہی مجلس میں بار بار فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوئی، تم ٹھیک کہتے ہو۔

اور (اس کے برعکس) ہم میں یہ مرض ہے کہ طلبہ کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار کبھی نہیں کریں گے، اگر وہ صحیح بھی کہتا ہوگا، تو گھونٹ گھونٹ کر اسے بند کردیں گے، پھر یہ مرض متعدی ہوا (اور آگے بڑھا) کہ ان طالب علموں نے اپنے شاگردوں کو گھونٹنا شروع کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ سب میں تکلف اور تصنع کا مرض اچھی طرح سرایت کرگیا، اور جہل مرکب میں مبتلا رہے، سوا لگ۔

میں نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت اپنے دو بزرگوں سے سنی ہے کہ مکہ معظّمہ میں ایک بزرگ عالم، قرآن کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے، اس طرح کہ پہلے آیت پڑھتے، اس کے متعلقات ہرفن کے مسائل بیان کرتے، حضرت شاہ صاحب بھی ان کے حلقہ میں کبھی کبھی جا بیٹھتے تھے، ایک دن شیخ نے کسی مقام پر ایک فقہی مسئلہ میں غلطی کی، اس وقت تو شاہ صاحب خاموش رہے، جب درس ختم ہوچکا، اس وقت پاس جا کر چپکے سے متنبہ (اور آگاہ) کیا کہ یہ مسئلہ مجھ کو اس طرح یاد ہے، ان بزرگ نے فوراً تمام طلبہ کو واپس بلایا، سب جمع ہوگئے، تو کہا:

قد غلطنا فی ھذہ المسئلة ونبھنا علیه ھذا الشیخ ، والصحیح ھٰکذا.

یعنی ہم نے اس مسئلہ میں غلطی کی، جس پر ہم کو اس شیخ (ہندی یعنی شاہ صاحب) نے متنبہ کیا، اور صحیح تقریر اس کی یوں ہے۔

پھر شاہ صاحب کی بیان کردہ تقریر کا اعادہ کیا۔

دیکھیے علماء یہ حضرات ہیں کہ ان کو یہ کہتے ہوئے ذرا بھی رکاوٹ نہیں ہوئی کہ ہم سے یہاں غلطی ہوگئی ہے، اوراس سے بڑھ کر یہ کہ یوں بھی کہہ دیا کہ اس شیخ نے ہم کومتنبہ کیا، حالانکہ حضرت شاہ صاحب نے خفیہ اس لیے متنبہ کیا تھا کہ اگلے دن یہ اس مقام کی صحیح تقریر اپنی طرف سے کردیں، مگران کو اتنا صبر کہاں تھا، اسی وقت سب کو بلا کر صاف اپنی غلطی کا اقرار کیا، اوراپنے محسن کو بھی ظاہر کردیا، جس نے غلطی پر متنبہ کیا تھا۔

اگرہم سِوال (یعنی ہم جیسے لوگ) ہوتے، تواول تو اپنی غلطی ہی کوتسلیم نہ کرتے، اسی میں بحث شروع کردیتے، اورجوتسلیم بھی کرتے، تواس طرح صاف صاف اقرار نہ کرتے، اورجوکرتے بھی، تو یہ ظاہر نہ کرتے کہ اس غلطی پرہم کوکسی دوسرے نے متنبہ کیا ہے، بلکہ اگلے دن اس طرح تقریرکرتے کہ طلبہ پر یہ ظاہرہوتا کہ شیخ کوخود ہی تنبہ ہوا ہے۔

آخر یہ تکبراورتصنع نہیں ہے، تو پھر کیا ہے؟

صاحبو! کسی بات کے متعلق لاعلمی ظاہر کردینا کوئی نقص نہیں، نہ کوئی عیب ہے، ہم اور آپ تو کیا چیز ہیں؟ بعض دفعہ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سوال پر''لاادری''(میں نہیں جانتا) فرمایا ہے، چنانچہ ایک شخص نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے اچھی جگہ کون سی ہے، اورسب سے بری جگہ کون سے ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھ کر بتلاؤں گا، چنانچہ حضرت جبریل سے پوچھا، انہوں نے کہا مجھے بھی معلوم نہیں، حق تعالیٰ سے پوچھ کر بتلاؤں گا، حق تعالیٰ سے پوچھا تو ارشاد ہوا:''**خیر البقاع المسجد، وشر البقاع السوق**''

''سب سے اچھی جگہ مسجد ہے، اورسب سے بدتر بازار ہے''

دیکھیے بعض دفعہ انبیاء اور ملائکہ نے بھی''لاادری''(مجھے معلوم نہیں) فرمایا ہے، تو پھر آپ کی اس میں کیا شان گھٹتی ہے، مگر افسوس ہم سے کبھی یہ نہیں ہوسکا۔

پس اگرکسی عالم میں یہ وصف موجود ہو، تو بے شک فخر کی بات ہے، اورواقعی اس میں تصنع وتکلف نہیں ہے، اوراگر یہ بات نہیں ہے، تواس کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے (خطبات حکیم

الامت، ج ۲۸ ''اصلاحِ ظاہر'' صفحہ ۸۱ تا ۸۳، وعظ ''اسباب الفتنہ'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1419ہجری)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مذکورہ تقریر پر موجودہ دور کے اہلِ علم حضرات کو غور کر کے اپنی حالت کا جائزہ لینا چاہئے کہ ان کا اس سلسلہ میں طرزِ عمل کیا ہے، آیا سنت اور سلف کے مطابق ہے، یا ان کے خلاف ہے؟ اگر خلاف ہو، تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

لالچی، غریب اور متکبر لوگوں کا عالم بننا

(03 شعبان المعظم 1439 ہجری)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت آج کل اکثر مولوی لالچی کیوں زیادہ ہونے لگے؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:

اس کی خاص وجہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ عربی اور دین کا علم پڑھنے والے زیادہ تر وہی لوگ ہیں، جو پہلے طماع (لالچی) اور مفلس (وغریب) ہیں، بعد پڑھ لینے کے بھی ان کی وہی عادت رہتی ہے، طبیعت میں سے وہ بات جاتی نہیں (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۱، ص ۳۷۱، ملفوظ نمبر ۵۰۸، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳)

حضرت کا مطلب یہ ہے کہ علمِ دین اکثر و بیشتر مال کے لالچی اور مفلس و غریب لوگ حاصل کر کے مولوی اور مولانا بن جاتے ہیں، اور مولوی بننے کے بعد بھی طبیعت میں مال کی حرص اور لالچ رہتا ہے، اس لیے مالدار اور امیر اور بڑے خاندان کے لوگوں کو علمِ دین زیادہ سے زیادہ پڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آج کے دور میں اس کی ہمارے یہاں بہت زیادہ ضرورت ہے، لالچی اور مفلس علماء نے تو دین کو بہت نقصان پہنچا دیا ہے، اور انہوں نے علماء کی سخت بدنامی کرادی ہے، ان کی حرکات و سکنات دیکھ کر عالمِ دین کے فضائل کو ان پر منطبق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پہلے اکابر علماء، جس میں حبِ جاہ (یعنی جاہ و منصب کی محبت) کا مرض دیکھتے تھے، اس کو

اپنے حلقۂ درس سے نکال دیتے تھے، اب اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں (ملفوظاتِ حکیم الامت،
ج ۲۶، الکلام الحسن، ص ۸۱، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ ہجری)

اس سے معلوم ہوا کہ متکبر لوگوں کو پہلے عالم نہیں بنایا جاتا تھا، مگر آج مدارس میں عموماً اس کا اہتمام نہیں رہا، اسی وجہ سے علماء کے ہاتھوں طرح طرح کے مفاسد رونما ہو رہے ہیں۔

بعض مشائخ خود اصلاح طلب ہیں

(05 شعبان المعظم 1439 ہجری)

فرمایا کہ میں نے موجودہ دور میں کئی ایسے مشائخ اور مصلحین کا مشاہدہ کیا کہ انہوں نے باقاعدہ خانقاہی نظام قائم کر رکھا ہے، ان کے مریدین بلکہ خلفاء و مجازین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، دور دراز سے مریدین اصلاح اور بیعت کا سلسلہ قائم کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، لیکن خود شیخ صاحب کا حال یہ ہے کہ تصوف کا جو اصل موضوع ہے، یعنی اخلاق، تو ان کے اپنے بنیادی اخلاق کی بھی اصلاح نہیں ہوئی، مال کی محبت اور جاہ کی محبت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ قدم قدم پر عامۃ الناس اور مریدین کی طرف سے مال و منصب اور عقیدت کے متلاشی ہیں، اپنے ہم عصر و ہم منصب حضرات سے تحاسد و تباغض کی آگ میں جل رہے ہیں۔

مریدین پر بے جا غصہ اور ان کی تذلیل و تحقیر ان کے نزدیک گناہ نہیں، غیبت اور بہتان والزام تراشی ان کی مجالس کی زینت ہے، اور ہر طرف سے مال بٹورنے کی فکر اور دھن ان کے اوپر سوار ہے، یہاں تک کہ ان کا مال دار طبقہ سے زیادہ لگاؤ اس وجہ سے ہے کہ اس طبقہ کی طرف سے ان کو مال کا چڑھاوا چڑھتا ہے، بلکہ اس طبقہ کو خلافت بھی بڑی جلدی دے دی جاتی ہے، تاکہ یہ طبقہ ان کے ساتھ ہی وابستہ رہے، اور دائیں بائیں نہ نکل جائے، ایسے میں جب ان مشائخ کی اپنی اصلاح نہیں ہوئی، اور بنیادی بد اخلاقیوں کا یہ خود شکار ہیں، تو یہ دوسروں کی کیا خاک اصلاح کریں گے۔

ایسے ہی دنیا دار ور مال کے پجاری ایک پیر کا واقعہ ہے کہ اس کے مرید نے خواب دیکھا، اور اس نے اپنے پیر کو یہ خواب سنا کر تعبیر حاصل کرنا چاہی، مرید نے کہا کہ پیر صاحب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ کی انگلی میں تو پاخانہ لگا ہوا ہے، اور آپ کے ہاتھ کی انگلی میں شہد لگا ہوا ہے، یہ

سنتے ہی پیر صاحب فوراً بولے کہ خواب بالکل سچا ہے، اور اس خواب کی تعبیر صاف ظاہر ہے، وہ یہ کہ تم دنیا کے کتے ہو، اس کو تم نے انگلی میں پاخانہ لگے ہوئے ہونے کی حالت میں دیکھا، اور ہم دین دار اور آخرت کے طلب گار ہیں، جس کو تم نے ہماری انگلی میں شہد لگے ہوئے ہونے کی حالت میں دیکھا، مرید نے کہا کہ پیر صاحب ابھی میرا خواب پورا نہیں ہوا، میں نے آگے یہ بھی دیکھا کہ میری انگلی آپ چاٹ رہے ہیں، اور آپ کی انگلی میں چاٹ رہا ہوں۔

یہ سن کر پیر صاحب نے کہا کہ کمبخت دفع ہو جا، تیرا خواب جھوٹا اور شیطانی ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، شیطان نے پیر صاحب سے بدظن کرنے کے لیے یہ خواب دکھایا۔

حالانکہ یہ خواب سچا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ پیر صاحب تو اپنے مرید سے دنیا لے رہا ہے، اور مرید دین لے رہا ہے، پیر دنیا کا کتا اور مرید دیندار ہے۔

اسی طرح آج کل کے بعض پیروں کا حال یہ ہے کہ وہ مریدین سے دنیا کے لیے تعلق قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مقالات ومضامین

مولانا شعیب احمد

اعمالِ صالحہ کا دنیاوی زندگی پر اثر

ہمارے معاشرے میں عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ عبادات کا فائدہ اور گناہوں کا نقصان فقط آخرت تک محدود ہے۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے،ان کے اثرات کسی نہ کسی درجہ اور شکل میں دنیاوی زندگی پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔جبکہ ہمارے معاشرے کی عمومی سوچ یہ ہے کہ اگر دین پر عمل کیا جائے تو دنیا ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور دیندار آدمی کو دنیا کا کوئی خاص فائدہ میسر نہیں آتا۔حالانکہ یہ نظریہ اور سوچ درست نہیں ۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :

”مَنْ عَمِلَ صالِحاً مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حياةً طَيِّبَةً“(سورۃ النحل،رقم الآیۃ : ۹۷)

”جس شخص نے بھی نیک اعمال کیے،چاہے وہ مرد ہو یا عورت،بشرطیکہ وہ مومن ہو،ہم ضرور اس کو خوشگوار زندگی عطا کریں گے“(سورہ نحل)

اس آیت میں حیاتِ طیبہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔حیاتِ طیبہ کہاں میسر آئے گی اور اس سے مراد کیا ہے؟اس کے متعلق حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیرِ طبری میں منقول ہے:

”عن ابن عباس، قوله:”من عمل صالحا من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة“يعني في الدنيا“(تفسیر الطبری،ج:۱۴ص:۳۵۱،سورۃ النحل)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت” من عمل صالحا ....الخ“ کے متعلق مروی ہے:یعنی (حیاتِ طیبہ) دنیا میں عطا ہوگی“(طبری)

تفسیر ابنِ کثیر میں مذکورہ آیت کی تشریح یوں بیان کی گئی ہے :

”أي: من أحسن عمله في الدنيا أحسن الله إليه في الدنيا والآخرة“

(تفسیر ابن کثیر،ج:۴ص:۵۶۸،سورۃ النحل)

”یعنی جس نے دنیا میں اچھے عمل کیے اللہ تعالیٰ اس کا اچھا بدلہ دنیا میں بھی دیں گے اور

آخرت میں بھی‘‘ (ابنِ کثیر)

تفسیر ابنِ کثیر میں ایک اور مقام پر مذکور ہے:

’’هذا وعد من الله تعالى لمن عمل صالحا ....بأن يحييه الله حياة طيبة فی الدنيا‘‘ (تفسير ابن كثير ،ج:۴ص:۶۰۱،سورة النحل)

’’یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس (مومن) شخص کے لیے جو نیک اعمال کرے ....کہ اللہ تعالیٰ اُسے دنیا میں پاکیزہ (اور خوشگوار) زندگی عطا فرمائیں گے‘‘ (ابنِ کثیر)

جمہور مفسرین بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ حیاتِ طیبہ دنیا میں بھی میسر آئے گی ۔ چنانچہ تفسیرِ بحر المحیط میں ہے:

’’والظاهر من قوله تعالى: فلنحيينه حياة طيبة، أن ذلک فی الدنيا وهو قول الجمهور‘‘ (البحر المحيط فی التفسير، ج:٦ ص:۵۹۲،سورة النحل)

’’اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ’’فلنحيينه حياة طيبه‘‘ سے ظاہر ہے کہ یہ (یعنی حیاتِ طیبہ) دنیا میں ملے گی، اور یہی جمہور کا قول ہے‘‘ (بحر)

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ حیاتِ طیبہ دنیا میں ملے گی اور نہ صرف دنیا میں ملے گی بلکہ آخرت میں بھی میسر آئے گی۔

اب اس بات کو سمجھا جائے کہ حیاتِ طیبہ سے مراد کیا ہے؟

حیاتِ طیبہ کی تعیین میں مفسرین کے ہاں کئی اقوال ملتے ہیں۔ بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ اس سے مراد رزقِ حلال ہے، بعض کا کہنا ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری میں حلاوت کا محسوس ہونا حیاتِ طیبہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ اس سے قناعت مراد ہے۔ [1]

تاہم سب سے زیادہ راجح اور قرینِ قیاس قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ حیاتِ طیبہ سے پاکیزہ اور بالُطف زندگی مراد ہے۔

---

[1] فَلَنُحيِيَنَّهُ حياةً طَيِّبَةً قال سعيد بن جبير وعطاء: هى الرزق الحلال،وقال مقاتل:هى العيش فی الطاعة، وقيل: هی حلاوة الطاعة .وقال الحسن هى القناعة وقيل رزق يوم بيوم.(تفسير الخازن،ج:۳ص:۹۷،سورة النحل)

Idara Ghufran

چنانچہ تفسیرِ مظہری میں مذکور ہے:

"وقال البیضاوی یعیش عیشا طیبا"(التفسیر المظہری، ج:۵ص:۳۶۸،سورۃ النحل)

''بیضاوی نے فرمایا: پاکیزہ زندگی گزارنا (حیاتِ طیبہ) ہے''(مظہری)

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے، بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً نیک ہوں، یعنی ایمان اور معرفتِ صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دنیا میں حلال روزی، قناعت وغنائے قلبی، سکون وطمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حب الٰہی کا مزہ، ادائے فرض عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت'' (تفسیرِ عثمانی، ج:۲ص:۳۵۷،سورۃ النحل)

دکتور وہبۃ الزحیلی رحمہ اللہ حیاتِ طیبہ کے متعلق اصح قول ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"والحیاۃ الطیبۃ ذکر فیھا خمسۃ أقوال أصحھا أنھا تشمل کل مناحی السعادۃ فی الدنیا من الصحۃ والرزق الحلال الطیب، والطمأنینۃ النفسیۃ وراحۃ البال، والتوفیق إلی الطاعات" (التفسیر المنیر، ج:۱۴،ص:۲۲۹،سورۃ النحل)

''حیاتِ طیبہ کے متعلق پانچ اقوال ذکر کیے گئے ہیں، ان میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ حیاتِ طیبہ دنیا کی خوشحالی کے ہر پہلو کو شامل ہے، جس میں (سرِ فہرست) صحت اور پاکیزہ وحلال رزق، نیز جی کا اطمینان اور دل کا سکون اور اللہ کی فرمانبرداری کی توفیق مل جانا ہے'' (تفسیرِ منیر)

حیاتِ طیبہ کے متعلق مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ جمہور مفسرین کا موقف تحریر فرماتے ہیں:

''جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں حیاتِ طیبہ سے مراد دنیا کی پاکیزہ اور بالُطف زندگی

ہے“(معارف القرآن،ج:۵ص:۳۹۸،سورۃ النحل)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ حیاتِ طیبہ ایک خوشگوار اور عمدہ طرزِ زندگی کا نام ہے۔تاہم یہ مت سمجھا جائے کہ اعمالِ صالحہ کی بدولت دنیا کے مصائب و آلام اور جسمانی بیماریوں سے مکمل خلاصی مل جائے گی۔ایسا ہونا تو فطری اصولوں کے خلاف ہے۔اسی کی طرف زکی کیفی مرحوم نے اشارہ فرمایا تھا ؏

دل ہے تو دل کے ساتھ پریشانیاں بھی ہیں

واقعہ یہ ہے کہ جب تک انسان کی جان میں جان باقی ہے،تب تک خوشیوں کے ساتھ ساتھ غموں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔نیز انبیاء، صالحین اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کو تو عموماً زیادہ سخت اور کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔پھر حیاتِ طیبہ کے کیا معنٰی ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کی برکت سے انسان کو سکون، اطمینان اور قناعت کی دولت نصیب ہوتی ہے،اور یہ اجناس ایسی ہیں کہ انہیں کسی بازار سے منہ مانگے داموں بھی خریدا نہیں جا سکتا۔جبکہ ان نعمتوں سے محروم بے چین اور مضطرب انسان سکون کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔کبھی وہ اُس کو شراب میں ڈھونڈتا ہے تو کبھی اس کی جستجو میں موسیقی کی دلدل میں جا گرتا ہے۔کبھی وہ اُسے شہرت کی بلندیوں میں تلاش کرتا ہے تو کبھی عیاشی کی رنگینیوں کو اس کا نعم البدل سمجھتا ہے۔بالخصوص مغربی معاشرے کا مطالعہ ہمیں انسان کی بے چینی اور اضطراب کی خبر دیتا ہے۔تاہم المیہ یہ ہے کہ سکون اُن تمام چیزوں میں ہے ہی نہیں جن میں انسان اسے کھوج رہا ہے۔مال و دولت کی ریل پیل،عزت کی بلندیاں،خواہشات کی تکمیل اور شہرت کا عروج انسان کو دل کا سکون اور اطمینان نہیں دے سکتیں۔سکون کی تلاش اگر سچی ہے تو قرآن کھولیے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ“ (سورة الرعد، رقم الآية :٢٨)

”سن لو! دلوں کا سکون (فقط) اللہ کی یاد میں ہے“(سورہ رعد)

دِل کا چین و سکون اللہ نے اپنی یاد میں رکھا ہے۔لہٰذا جو دل بھی اللہ سے غافل ہوگا وہ کبھی سکون کی دولت نہ پا سکے گا چاہے کتنی ہی مادی آسائشیں اس کی غلام کیوں نہ ہوں۔اسی کی تصویر اقبال رحمہ

اللہ نے اِن الفاظ میں کھینچی تھی۔ ع

یہ عیشِ فراواں یہ حکومت یہ تجارت　　　دِل سینۂ بے نور میں محرومِ تسلی

اس کے برعکس دل کا سکون جب حاصل ہو جاتا ہے تو پھر مصائب وآلام اور بیماریاں انسان کو مضطرب کرنے کی طاقت کھو بیٹھتی ہیں۔ اللہ کے نیک، پاکیزہ اور برگزیدہ بندوں کی زندگی میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی فقر وفاقہ، تکالیف اور دکھوں سے عبارت تھی۔ والد کا سایہ پیدائش سے پہلے ہی سر سے اٹھ چکا تھا۔ چھ سال کی عمر میں والدہ کو موت آئی اور وہ بھی وطن سے دور ابواء کے مقام پر جہاں سوائے ایک باندی (امِ ایمن) کے کوئی غمگسار موجود نہ تھا۔ [1] پھر جب چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی تو اس کے بعد تکالیف میں مزید اضافہ ہوگیا۔ پوری امت کی فکر، کفار سے جنگ وجدل، اپنوں اور غیروں کی مخالفت اور فقر وفاقہ کا ایسا عالم کہ دو دو ماہ گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، اِن دنیاوی مصائب وآلام کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت حزن وملال اور غم کی کیفیت میں مبتلا رہتے۔ مگر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ گھر میں کیسا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"کان أحسن الناس خلقا وکان ضحاکا بساما" (تاریخ دمشق لابن عساکر، ج: ۴ص: ۴۶،باب ذکر ما عرف من حسن بشرہ ومعرفة ما وصف)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، اور آپ علیہ السلام بہت زیادہ ہنسنے والے اور بہت زیادہ مسکرانے والے تھے'' (ابنِ عساکر)

یہی شہادت ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ہاں بھی ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ولا رآني إلا تبسم" (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۲۱، أبواب المناقب،باب

---

[1] ملاحظہ ہو: سیرت النبی، ج:۱ص:۱۲۸۔ نیز نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۱۳۱

مناقب جرير بن عبد الله البجلی رضی الله عنه) [1]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی مجھے دیکھا مسکرا کے دیکھا'' (ترمذی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ما رأيت أحدا أكثر تبسما من رسول الله صلى الله عليه وسلم'' (سنن الترمذی، رقم الحديث: ۳۶۴۱،أبواب المناقب،باب فی بشاشة النبی صلی الله عليه وسلم) [2]

''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا'' (ترمذی)

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر و فاقہ اور پریشانیوں کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی چین، سکون اور اطمینان سے لبریز تھی۔

اس پوری بحث سے یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ حیاتِ طیبہ، مال و دولت اور مادی آسائشوں کے مل جانے پر ہی موقوف نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کو کسی بھی حال میں رکھ کر اسے خوشگوار زندگی عطا کرنے پر قادر ہیں۔ اسی کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''حیاتِ طیبہ سے یہ مراد نہیں کہ اس کو فقر یا مرض کبھی نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے قلب میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ ہر حال میں شاکر وصابر اور رضا و تسلیم سے رہے گا اور اصل جمعیت کی یہی رضا ہے'' (بیان القرآن، ج:۲ص: ۳۵۳،سورۃ النحل)

مذکورہ بالا تمام تفصیل سے اس غلط نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ اعمالِ صالحہ کا نتیجہ اور بدلہ فقط آخرت میں ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اعمالِ صالحہ کے فوائد و ثمرات آخرت میں تو نظر آئیں گے ہی، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی ان کا ظہور ہوتا ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ اعمالِ صالحہ کی پابندی کو اپنا شیوہ بنائیں، تا کہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں چین، سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کرنا نصیب ہو۔

---

[1] حكم الألبانی : صحيح (حاشية سنن الترمذی)

[2] حكم الألبانی : صحيح (حاشية سنن الترمذی)

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ ذوالحجہ: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۰۱ھ: میں حضرت احمد بن سلیمان بن محمد بن سلیمان بن مروان شیانی بعلبکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۳۱۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۰۳ھ: میں حضرت جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد بن حسین بن سلیمان دمشقی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۷۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۰۵ھ: میں حضرت سارہ بنتِ علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام انصاری بنتِ شیخ تقی الدین سبکی رحمہا اللہ کا انتقال ہوا (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۳۷۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۱۴ھ: میں حضرت علی بن سیف بن علی بن سلیمان لواتی مصری نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (بغیة الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة للسيوطی، ج ۲ ص ۱۶۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۰۸ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن محمد بن خضر بن شمری زبیری اسدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(طبقات الشافعية لابن قاضی الشبهة، ج ۴ ص ۵۹، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوكانی، ج ۲ ص ۲۵۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۱۵ھ: میں حضرت عمر بن عبداللہ ہندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(بغیة الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة للسيوطی، ج ۲ ص ۲۱۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۱۶ھ: میں حضرت شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن بہادر بن احمد نوفلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ زقاعۃ کے نام سے مشہور تھے۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۴۳۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۱۶ھ: میں حضرت زین الدین ابوبکر بن حسین بن عمر بن محمد بن یونس بن ابی الفخر بن عبدالرحمٰن بن نجم الدین مراغی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(طبقات الشافعية لابن قاضی الشبهة، ج ۴ ص ۷، ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۴۴ص)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۱۹ھ: میں حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن عبدالواحد بن یوسف بن عبدالرحیم مغربی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(طبقات الشافعية لابن قاضي الشبهة، ج۴ص ۲۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۲۴ھ: میں حضرت ابوالعباس شہاب الدین احمد بن صالح محلی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(المنهل الصافي والمستوفي بعد الوافي ليوسف بن تغري، ج۱ ص ۳۲۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۲۷ھ: میں حضرت نورالدین علی بن محمد بن عبدالکریم فوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذيل التقييد في رواة السنن والأسانيد للفاسي، ج۲ ص ۲۱۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۲۹ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عطاء اللہ بن محمد بن احمد بن محمود رازی ہروی مقدسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(طبقات الشافعية لابن قاضي الشبهة، ج۴ص ۱۰۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸۴۴ھ: میں حضرت شیخ شمس الدین ابویاسر محمد بن عمار بن محمد بن احمد مالکی نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة للسيوطي، ج۱ ص ۲۰۴)

پروپرائیٹر: محمد اخلاق عباسی محمد نذران عباسی

نیو عباسی چکن شاپ

ہمارے ہاں شیور و دیسی مرغی، صاف گوشت اور پوٹہ کلیجی

ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔

نیز شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

دوکان نمبر H-919، حق نواز روڈ، گلاس فیکٹری چوک، راولپنڈی

موبائل: 0301-5642315---0300-5171243

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

اسلامی فقہ کی ابتدائی تاریخ وترویج (قسط 3)

تدوینِ فقہ کا دوسرا مرجع

گزشتہ قسط میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شرعی احکام ومسائل کا مرجع سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہی ہے کہ جس نے وحی کے ذریعہ ان احکام کو نبی کے واسطے سے لوگوں کی طرف نازل فرمایا، اوراس طرح ان احکام کی تدوین وترویج سب سے پہلے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ہوتی ہے، تاہم نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے بعد یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہوا صحابہ کرام (رضوان اللہ عنہم اجمعین) کی طرف منتقل ہوا۔

ذیل میں تدوینِ فقہ کے اسی دوسرے بڑے مرجع ومآخذ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فقہاء الصحابہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا، اس لیے وحی کے انقطاع کے بعد نئے پیش آمدہ شرعی مسائل وحوادث میں کتاب وسنت کے بعد صحابۂ کرام ہی مرجع تھے، اور نئے مسائل میں اُن صحابہ کے آراء واقوال کو معتبر مانا جاتا تھا، جو کہ تفقہ فی الدین میں نمایاں مقام رکھتے تھے، قرآن کے عالم تھے کہ جنہوں نے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور پڑھا تھا، اوراس کے معنیٰ ومفہوم اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کو سمجھا، اس زمانہ میں ایسے اہل علم صحابہ قرّاء کے لقب سے مشہور ہوئے، اور یہ لقب عالم کو غیر عالم سے ممتاز کرتا تھا۔

اوراس تمام صورتِ حال کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں اجماعِ امت کی تشکیل شروع ہوچکی تھی، اوراس دور کے اہلِ علم صحابہ کی رائیں معتبر

مانے جانے لگیں۔

چنانچہ ان ہی کے مشورہ سے اہم مسائل طے ہوتے تھے، اور ان حضرات میں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ کرام وصحابیات جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی ہستیاں موجود تھیں کہ جنھوں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی کے ایک ایک پہلو کو بغور دیکھا تھا، یا جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی مجالس میں کثرت سے شریک ہوتے تھے، اور روزہ مرہ کے معمولات میں دستِ راست تھے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ان عظیم ہستیوں کی تعریف کچھ اس طرح کی گئی ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ (الفتح، رقم الآية 29)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ (یعنی آپ کے اصحاب) ہیں، کفار پر بہت سخت ہیں، آپس میں نرم دل ہیں، آپ انہیں دیکھیں گے رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں، سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانی ہے، ان کی یہی صفت تورات میں ہے، اور یہی صفت انجیل میں بھی ہے (سورہ فتح)

مذکورہ آیت میں بھی صحابہ کرام کی کچھ صفات کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ کفار کے معاملہ میں سخت ہونا، اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے نرم گوشہ رکھنا، حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کے ساتھ پیش آنا، کثرت سے رکوع وسجدے کرنا اور مجاہدے کرنا، اور ہر معاملہ میں قرآن وسنت کے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر، اللہ کی رضا اور اس کے فضل کو تلاش کرنا، وغیرھا ذلک۔

اور یہ وہی صفات ہیں کہ جن کا کتاب وسنت میں حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ کفار کے معاملہ میں سخت ہونا، اور باہم اتفاق واتحاد کی فضا کو قائم رکھنا، اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کے

ساتھ پیش آنا، ایسی صفات ہیں کہ جن کا تعلق معاملات اور حقوق العباد کے ساتھ ہے، اور کثرت سے رکوع وسجدے کرنا یعنی عبادت وریاضت کا اہتمام اور مجاہدے، ایسی صفات ہیں کہ ان کا تعلق ذاتی فعل سے ہے، جو کہ حقوق اللہ کی قبیل سے ہیں۔

اوران صفات کے ذکر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ دینی ودنیاوی معاملات میں، چاہے وہ اپنی ذات سے متعلق ہوں یا ان سے کسی دوسرے کا حق وابستہ ہو، نہایت سمجھ بوجھ رکھا کرتے تھے، اوران معاملات میں کتاب وسنت کے بتائے طریقے کے مطابق ہی عمل کیا کرتے تھے، جس پر آیت کا درج ذیل حصہ:

"يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا"

دلالت کرتا ہے۔

فقہاء صحابہ کی تعداد

علامہ ابنِ قیم جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "إعلام الموقعين" میں صحابۂ کرام میں اصحابِ فتویٰ حضرات کی تعداد 130 کے قریب بیان کی ہے، جن میں مرد، اورعورتیں دونوں صنف شامل ہیں۔ [1]

پھران اصحابِ فتویٰ صحابہ حضرات کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

(1)...... مکثّرون (یعنی وہ حضرات کہ جن کے فتاویٰ کثرت سے ہیں)۔

(2)...... متوسّطون (یعنی وہ حضرات کہ جن کے فتاویٰ اصحابِ مکثّرون سے کم ہیں)

(3)...... مقلّون (یعنی وہ حضرات کہ جن کے فتاویٰ اصحابِ متوسّطون سے کم ہیں)

ذیل میں ان کے متعلق کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

---

[1] والذين حفظت عنهم الفتوى من أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – مائة ونيف وثلاثون نفسا، ما بين رجل وامرأة (اعلام الموقعين، ج ١، ص ١٠)

(۱)...... مکثّرون

ان میں فتویٰ کے اعتبار سے سات صحابہ ''مکثرین'' ہیں، یعنی ان کے فتاویٰ کثرت سے ہیں۔

ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(1)......عمر بن خطاب (2)......علی بن ابی طالب (3)......عبداللہ بن مسعود

(4)...... ام المومنین عائشہ (5)...... زید بن ثابت (6)...... عبداللہ بن عباس

(7)......عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہم اجمعین [۱]

ان حضرات کے فتاویٰ اس کثرت سے ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے، تو ہر صحابی کے مسائل وفتاویٰ کی کئی ضخیم جلدیں بن سکتی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابنِ قیم نے حدیث وفقہ کے مشہور عالم، علامہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب کے متعلق یہ بات ذکر کی ہے کہ انہوں نے صرف حضرت عبداللہ بن عباس کے فتاویٰ بیس جلدوں میں جمع کیے تھے۔ [۲]

(۲)...... متوسّطون

''متوسّطون'' سے مراد وہ حضراتِ صحابہ ہیں کہ جن کے فتاویٰ وآراء ''تعداد میں ''مکثّرون'' حضرات سے کم ہیں، مگر ان میں بعض صحابہ وہ بھی شامل ہیں، جو کہ جو کہ علم وفضل اور درجہ میں ''مکثّرون'' سے زیادہ مقام رکھتے ہیں۔

ان میں درج ذیل حضرات شامل ہیں:

---

[۱] [المکثرون من الصحابة] والذین حفظت عنهم الفتوى من أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – مائة ونيف وثلاثون نفسا، ما بين رجل وامرأة، وكان المكثرون منهم سبعة: عمر بن الخطاب، وعلي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وعائشة أم المؤمنين، وزيد بن ثابت، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن عمر (اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۱۰)

[۲] وقال أبو محمد بن حزم: ويمكن أن يجمع من فتوى كل واحد منهم سفر ضخم قال: وقد جمع أبو بكر محمد بن موسى بن يعقوب بن أمير المؤمنين المأمون فتيا عبد الله بن عباس – رضي الله عنهما – في عشرين كتابا وأبو بكر محمد المذكور أحد أئمة الإسلام في العلم والحديث (اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۱۰)

(1)......حضرت ابوبکر صدیق (2)......ام المومنین حضرت ام سلمہ (3)......انس بن مالک (4)......ابوسعید خدری (5)......ابوہریرہ (6)......عثمان بن عفان (7)...... عبداللہ بن عمرو عاص (8)......عبداللہ بن زبیر (9)......ابوموسیٰ اشعری (10)...... سعد بن ابی وقاص (11)......سلمان فارسی (12)......جابر بن عبداللہ (13)...... معاذ بن جبل۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

ان ہی میں یہ حضرات بھی شامل کیے جاسکتے ہیں:

(1)......حضرت طلحہ (2)......زبیر بن عوام (3)......عبدالرحمٰن بن عوف (4)...... عمران بن حصین ()......ابوبکرہ ()......عبادہ بن صامت ()......معاویہ بن ابی سفیان۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

ان حضرات کے فتاویٰ اگر جمع کیے جائیں، تو ان کی چھوٹی چھوٹی جلدیں، اور مختصر مجموعات تیار کیے جاسکتے ہیں۔ [1]

ان کے علاوہ باقی حضرات ''مقلین'' ہیں، جن کی تعداد ''مکثرون'' اور ''متوسّطون'' سے زیادہ ہے، مگر ان حضرات سے چند فتاویٰ اور آراء منقول ہیں، اور اگر ان کو جمع کیا جائے مختصر مجموعہ کی شکل میں مدون کیا جاسکتا ہے۔

ان حضرات کے نام اور مختصر ذکر ان شاء اللہ آئندہ آنے والی اقساط میں کیا جائے گا۔

(جاری ہے)

---

[1] [المتوسطون فی الفتیا منهم] قال أبو محمد: والمتوسطون منهم فيما روى عنهم من الفتيا: أبو بكر الصديق، وأم سلمة، وأنس بن مالك، وأبو سعيد الخدري، وأبو هريرة، وعثمان بن عفان، وعبد الله بن عمرو بن العاص، وعبد الله بن الزبير، وأبو موسى الأشعري، وسعد بن أبي وقاص، وسلمان الفارسي، وجابر بن عبد الله، ومعاذ بن جبل؛ فهؤلاء ثلاثة عشر يمكن أن يجمع من فتيا كل واحد منهم جزء صغير جدا، ويضاف إليهم: طلحة، والزبير، وعبد الرحمن بن عوف، وعمران بن حصين، وأبو بكرة، وعبادة بن الصامت، ومعاوية بن أبي سفيان (اعلام الموقعين، ج ۱، ص ۱۰)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 29) مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلفِ صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا روزے رکھنے میں معمول

جمہور فقہائے کرام نے صومِ دہر (یعنی لگاتار روزے رکھنے) کو دوسرے فرائض، واجبات اور ضروری کسبِ معاش کی ذمہ داریوں میں کمزوری پیدا ہونے کے خطرہ کی وجہ سے ناپسند ومکروہ قرار دیا ہے۔ [1]

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی لگاتار روزے رکھنے والے کو تنبیہ کرنا مروی ہے۔

چنانچہ ابوعمرو بن شیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے:

بَلَغ عُمَرَ أَنَّ رَجُلاً یَصُومُ الدَّھْرَ ، فَعَلاهُ بِالدِّرَّةِ وَجَعَلَ یَقُولُ: کُلْ یَا دَھْرُ، کُلْ یَا دَھْرُ (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الروایة ۹۵۵٦، من کرہ صَوْمَ الدَّھْرِ) [2]

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی کہ ایک آدمی ہمیشہ روزے رکھتا ہے، تو انہوں نے اُس آدمی پر دُرَّہ بلند کیا، اور فرمانے لگے کہ کھا اے دہر! کھا اے دہر! (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے والے! کھا) (ابن ابی شیبہ)

---

[1] ذھب جمھور الفقھاء (الحنفیة والمالکیة والحنابلة وبعض الشافعیة) علی وجه العموم إلی کراھة صوم الدھر، وعللت الکراھة بأنه یضعف الصائم عن الفرائض والواجبات والکسب الذی لا بد منه، أو بأنه یصیر الصوم طبعا له، ومبنی العبادة علی مخالفة العادة.واستدل للکراھة، بحدیث عبد الله بن عمرو بن العاص – رضی الله تعالی عنھما – قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا صام من صام الأبد وفی حدیث أبی قتادة – رضی الله عنه – قال: قال عمر: یا رسول الله، کیف بمن یصوم الدھر کله؟ قال: لا صام ولا أفطر، أو لم یصم ولم یفطر أی: لم یحصل أجر الصوم لمخالفته، ولم یفطر لأنه أمسک.وقال الغزالی: ھو مسنون. وقال الأکثرون من الشافعیة: إن خاف منه ضررا، أو فوت به حقا کره، وإلا فلا . والمراد بصوم الدھر عند الشافعیة: سرد الصوم فی جمیع الأیام إلا الأیام التی لا یصح صومھا، وھی العیدان وأیام التشریق (الموسوعة الفقھیة الکویتیة، ج۲۸، ص۱٦ ۱، وص۱۷ ۱، مادة "صوم"، الصوم المکروہ، صوم الدھر)

[2] وروی بن أبی شیبَة بِإِسْنَاد صَحِیح عَن بن عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ قَالَ بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا یَصُومُ الدَّھْرَ فَأَتَاهُ فَعَلَاهُ بِالدِّرَّةِ وَجَعَلَ یَقُولُ کُلْ یَا دَھْرِیُّ (فتح الباری لابن حجر، ج۴، ص ۲۲۲، تحت رقم الحدیث ۱۹۷۷، قَوْلُهُ بَابُ حَقِّ الْأَھْلِ فِی الصَّوْمِ)

اور ایک روایت میں ہے:

كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ لَهُ، فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: مَا لَهُ؟ قَالُوا: إِنَّهُ صَائِمٌ قَالَ: وَمَا صَوْمُهُ؟ قَالَ: الدَّهْرَ قَالَ: فَجَعَلَ يَقْرَعُ رَأْسَهُ بِقَنَاةٍ مَعَهُ، وَيَقُولُ: كُلْ يَا دَهْرُ، كُلْ يَا دَهْرُ (مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ١٧٨٧)

ترجمہ: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ آپ کے لئے کھانا لایا گیا، تو حاضرین میں سے ایک آدمی کھانے سے علیحدہ ہوگیا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے بارے میں معلوم کیا کہ اسے کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ روزہ دار ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ اس کا کیسا روزہ ہے؟ تو عرض کیا کہ یہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی لاٹھی اُس کے سر پر کھٹکی، اور فرمانے لگے کہ کھا اے دہر! کھا اے دہر! (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے والے! کھا) (عبدالرزاق)

مذکورہ اور ان جیسی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عام لوگوں کے لگاتار نفلی روزے رکھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے، اسی وجہ سے آپ نے لگاتار نفلی روزے رکھنے والے آدمی کو، نفلی روزہ توڑنے کا حکم فرمایا۔

البتہ بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لگاتار روزے رکھنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا مَاتَ عُمَرُ حَتَّى سَرَدَ الصَّوْمَ (الصيام، لابى بكر الفِرْيابِى) [1]

---

[1] الفريابى ولد ٢٠٧هـ توفى 301 هـ، رقم الرواية ١٢١، باب ما روى فيمن كان يسرد الصيام من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن التابعين، مسند الفاروق لابن كثير، رقم الحديث ٢٨٣، أثر آخر فيه أن عمر صام الدَّهر)

قال عامر حسن صبرى التميمى: اسنادهٗ صحيح (حاشية مناقب عمر بن الخطاب لابن الجوزى، صفحه ١٥٣، الباب الثانى والخمسون فى ذكر تعبده واجتهاده، مطبوعة المجلس الاعلىٰ للشئون الاسلامية، مملكة البحرين)

وقال المحقق إمام بن على بن إمام: صحيح ايضا (حاشية مسند الفاروق لابن كثير، تحت رقم الحديث ٢٨٣، أثر آخر فيه أن عمر صام الدَّهر)

ترجمہ: عمر فوت نہیں ہوئے، یہاں تک کہ آپ لگا تار روزے رکھ رہے تھے (الصیام للفریابی)

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

كَانَ عُمَرُ يَسْرُدُ الصِّيَامَ إِلَّا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ أَوْ فِي السَّفَرِ . ۱

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ لگاتار روزے رکھتے تھے، سوائے عید الاضحیٰ، اور عیدُ الفطر اور سفر کے (الصیام للفریابی)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لگاتار روزے رکھتے تھے، مگر عید الاضحیٰ اور عیدُ الفطر کے دن روزہ نہیں رکھتے تھے، اور سفر کی حالت میں بھی روزہ نہیں رکھتے تھے۔

عید الاضحیٰ اور عیدُ الفطر کے دن روزہ رکھنے سے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ۲

اور سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کو بھی بعض احادیث میں ناپسند کیا گیا ہے۔ ۳

نیز حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

---

۱ (الصیام، لابی بکر الفِرْیابی، ولد ۲۰۷ھ توفی 301 ھ، رقم الروایة۱۲۳، باب ما روی فیمن کان یسرد الصیام من أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن التابعین، مسند الفاروق لابن کثیر، رقم الحدیث ۲۸۲، أثر آخر فیه أن عمر صام الدَّهر)

قال عامر حسن صبری التمیمی: اسنادهٗ صحیح (حاشیة مناقب عمر بن الخطاب لابن الجوزی، صفحه۵۳۲، الباب الثانی والخمسون فی ذکر تعبده واجتهاده، مطبوعة المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیة، مملکة البحرین)

وقال المحقق إمام بن علی بن إمام: وهذا إسناد صحیح (حاشیة مسند الفاروق لابن کثیر، تحت رقم الحدیث ۲۸۲، أثر آخر فیه أن عمر صام الدَّهر)

۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى، وَيَوْمِ الْفِطْرِ (مسلم، رقم الحدیث ۱۳۹ "۱۱۳۸"، باب النهی عن صوم یوم الفطر ویوم الأضحی)

۳ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟، فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ (بخاری، رقم الحدیث ۱۹۴۶)،

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَسْرُدُ الصَّوْمَ إِلَّا فِي السَّفَرِ فَأَقَرَّ بِهِ " (الصیام، لابی بکر الفِرْیابی، ولد ۲۰۷ھ توفی 301 ھ، رقم الروایة۱۲۵، باب ما روی فیمن کان یسرد الصیام من أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن التابعین)

أَنَّ عُمَرَ سَرَدَ الصَّوْمَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَتَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے دوسال پہلے سے لگاتار روزے رکھ رہے تھے

(ابن ابی شیبہ، فریابی)

جبکہ حضرت زید بن اسلم سے مروی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ لگاتار روزے رکھنے والے تھے۔ [2]

مذکورہ اوراس جیسی دوسری روایات کی روشنی میں محدثین اوراہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ لگاتار روزے رکھے ہیں، اور اتفاق سے اسی زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لگاتار روزے رکھنے کا زمانہ آپ کی وفات سے دوسال پہلے سے شروع ہوا تھا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لگاتار روزے رکھنے سے یہ سمجھنا کہ آپ ہمیشہ اور لگاتار روزے رکھتے تھے، اوراسے دوسروں کے لئے بھی پسند کرتے تھے، درست نہیں ہے۔ [3]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ لگاتار روزے رکھنا، اگر دوسرے فرائض، واجبات اورضروری کسبِ

---

[1] رقم الحديث ٩٦٥٧، من رخص في صوم الدهر، الصيام، لابى بكر الفِرْيابِى، ولد ٢٠٧هـ توفى 301هـ، رقم الرواية ١٢٢، باب ما روى فيمن كان يسرد الصيام من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن التابعين)

قال عامر حسن صبرى التميمى: اسنادهٗ صحيح (حاشية مناقب عمربن الخطاب لابن الجوزى، صفحه ١٥٣١، الباب الثانى والخمسون فى ذكر تعبده واجتهاده، مطبوعة المجلس الاعلىٰ للشئون الاسلامية، مملكة البحرين)

[2] حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَصُومُ الدَّهْرَ (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج٣، ص٢٣٧، ذكر استخلاف عمر، مسند الفاروق لابن كثير، رقم الحديث ٢٨١، أثر آخر فيه أن عمر صام الدَّهر)

قال عامر حسن صبرى التميمى: رواه ابن سعد فى الطبقات الكبرىٰ عن الواقدى به، ورواه من طريقه البلاذرى فى انساب الاشراف، وهو ضعيف (حاشية مناقب عمر بن الخطاب لابن الجوزى، صفحه ١٥٣١، الباب الثانى والخمسون فى ذكر تعبده واجتهاده، مطبوعة المجلس الاعلىٰ للشئون الاسلامية، مملكة البحرين)

وقال المحقق إمام بن على بن إمام: الواقدى وشيخه ضعيفان (حاشية مسند الفاروق لابن كثير، تحت رقم الحديث ٢٨١، أثر آخر فيه أن عمر صام الدَّهر)

[3] وكأنه والله أعلم سرد الصوم برهة من الدهر فوافقه اجله وهو كذلك لا انه لواد صيام الدهر دائما جمعا بينه وبين ما تقدم (مسند الفاروق لابن كثير، ج ١، ص ٢٨٥، حديث أخر فى كراهة صوم الدهر)

معاش کی ذمہ داریوں میں کمزوری اور خلل پیدا کرنے کا باعث بنے، تو یہ ناپسندیدہ طرزِ عمل ہے، البتہ اگر لگاتار روزے رکھنے سے دوسرے فرائض، واجبات اور ضروری کسبِ معاش کی ذمہ داریوں میں کمزوری اور خلل پیدا نہ ہوتا ہو، اور لگاتار روزے رکھنے کا زمانہ بھی مخصوص ہو، ساری عمر کے لئے لگاتار روزے رکھنے کی پابندی نہ کی گئی ہو، تو ایسی صورت میں بعض دوسری شرائط کے ساتھ لگاتار روزے رکھنا بھی باعثِ اجروثواب عمل ہے۔ ۱

۱ وفی هذه الروايات المذكورة فی الباب النهی عن صيام الدهر واختلف العلماء فيه فذهب أهل الظاهر إلى منع صيام الدهر نظرا لظواهر هذه الأحاديث قال القاضی وغيره وذهب جماهير العلماء إلى جوازه إذا لم يصم الأيام المنهی عنها وهی العيدان والتشريق ومذهب الشافعی وأصحابه أن سرد الصيام إذا أفطر العيدين والتشريق لا كراهة فيه بل هو مستحب بشرط أن لا يلحقه به ضرر ولا يفوت حقا فإن تضرر أو فوت حقا فمكروه واستدلوا بحديث حمزة بن عمرو وقد رواه البخاری ومسلم أنه قال يا رسول الله إنی أسرد الصوم أفأصوم فی السفر فقال إن شئت فصم ولفظ رواية مسلم فأقره صلى الله عليه وسلم على سرد الصيام ولو كان مكروها لم يقره لا سيما فی السفر وقد ثبت عن بن عمر بن الخطاب أنه كان يسرد الصيام وكذلک أبو طلحة وعائشة وخلائق من السلف قد ذكرت منهم جماعة فی شرح المهذب فی باب صوم التطوع وأجابوا عن حديث لا صام من صام الأبد بأجوبة أحدها أنه محمول على حقيقته بأن يصوم معه العيدين والتشريق وبهذا أجابت عائشة رضی الله عنها والثانی أنه محمول على من تضرر به أو فوت به حقا ويؤيده أن النهی كان خطابا لعبد الله بن عمرو بن العاص وقد ذكر مسلم عنه أنه عجز فی آخر عمره وندم على كونه لم يقبل الرخصة قالوا فنهی بن عمر وكان لعلمه بأنه سيعجز وأقر حمزة بن عمرو لعلمه بقدرته بلا ضرر والثالث أن معنى لا صام أنه لا يجد من مشقته ما يجدها غيره فيكون خبرا لا دعاء (شرح النووی على مسلم، ج۸، ص ۴۰، باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به أو فوت به حقا)

پروپرائیٹر: وسیم ریاض

ریاض سٹیل فرنیچر اینڈ الماری سنٹر

ہمارے ہاں الماری، کیبنٹ، سیف، آفس فرنیچر وغیرہ دستیاب ہیں

Tel: 051-5500104
Ph: 051-5962645
Mob: 0333-5585721

دوکان نمبر: M-76,77
وارث خان بس سٹاپ، راولپنڈی

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

مزیدار کیک!

پیارے بچو! ایک عورت تھی۔اس کا نام حبیبہ تھا۔وہ ایک سکول میں استانی تھی۔وہ بہت مزیدار کھانے بنایا کرتی تھی۔اور اسے مزیدار کھانے بنانا بہت اچھا لگتا تھا۔

اس کے تین بچے تھے جن کا نام فاطمہ،عبدالکریم اور حمنہ تھا۔وہ اپنے بچوں کے لیے مختلف مزیدار چیزیں بنایا کرتی تھی۔

ایک دن حبیبہ نے اپنے بچوں کے لیے ایک کیک بنایا۔ظہر کے بعد جب بچے سکول سے واپس آ گئے،تو حبیبہ نے اپنے بچوں کے سامنے کیک اور دودھ رکھ دیا۔

سب بچے دسترخوان پر بیٹھ گئے اور گرم گرم کیک اور دودھ سے کو مزے سے کھانے پینے لگے،حبیبہ نے اپنی چھوٹی بیٹی سے کہا:

''حمنہ! کیا آپ کو اور کیک چاہئے؟''

حمنہ نے جواب دیا''نہیں''

اور دونوں بھائی کھانے میں خوب مگن تھے۔اور ان میں سے ہر ایک بہت تیزی تیزی سے کھا رہا تھا تاکہ وہ جلدی سے کھا کر باہر نکلے اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلے۔

پھر حبیبہ نے عبدالکریم کو یہ کہتے ہوئے کیک پیش کیا:

''کیا آپ کو اور کیک چاہیے؟''

عبدالکریم نے بھی تیزی سے اور بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا کہ''نہیں''

عبدالکریم اور حمنہ دونوں یہ بھول گئے تھے کہ اپنی ماں کو''جزاک اللہ''اور''شکریہ''کہیں۔

عبدالکریم نے فاطمہ سے کہا:

''جلدی کرو اور دودھ کا گلاس جلدی پیو،ہمیں کھیلنے بھی جانا ہے۔''

حمنہ جلدی جلدی دودھ پی رہی تھی،اسی دوران حمنہ نے اپنے سکول کی وہ سرگرمیاں بتانا شروع

کردیں جو وہ آج کے دن سکول میں کر رہی تھی، اور اس نے اپنی والدہ سے کہا:

''پیاری امی! کل ہمارے سکول میں تقریر کا مقابلہ ہے، کیا اس میں میں حصہ لے سکتی ہوں؟''

عبدالکریم نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا: ''نہیں تم نہیں لے سکتی''۔

حمنہ نے عبدالکریم سے کہا:

''آپ خاموش ہو جاؤ، میں آپ سے سوال نہیں کر رہی بلکہ میں اپنی والدہ سے سوال کر رہی ہوں، آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ اپنے اسکول کے کام پر توجہ دو''

حمنہ اور عبدالکریم جو کچھ بھی کہہ رہے تھے ان کی والدہ ان کی بات پر توجہ نہ دی رہی تھی کیونکہ انہوں نے اپنی والدہ کو صحیح طریقے سے جواب نہ دیا تھا، ان کی والدہ نے پورا دن محنت اور مشکل سے ان کے لیے کیک تیار کیا تھا، لیکن ان دونوں نے اس کیک کی اور اپنی والدہ کی محنت کی قدر نہ کی تھی۔ وہ دونوں تو اپنی باتوں اور کھیل کود میں مشغول تھے، اور ان دونوں نے اپنی والدہ کے اس احساس کو محسوس نہ کیا تھا۔ ان کی والدہ کو ان دونوں کے اس رویہ سے بہت صدمہ ہوا۔

پھر ان کی والدہ نے فاطمہ کو کہتے ہوئے کیک دیا:

''اور کچھ آپ کو چاہیے فاطمہ؟'' کیا آپ کو اور کیک چاہیئے''۔

کیک تو بہت لذیذ اور مزیدار تھا اور فاطمہ اور بھی کھانا چاہ رہی تھی لیکن وہ اتنا کھا چکی تھی کہ اس کا پیٹ بھر گیا تھا۔ فاطمہ نے مسکراتے ہوئے اپنی والدہ کو جواب دیا:

''جزاک اللہ (شکریہ) نہیں مجھے اور نہیں چاہیے میں اتنا کھا چکی ہوں کہ میرا پیٹ بھر چکا ہے''

بچوں کی والدہ، فاطمہ کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئی۔ اور اپنے جی ہی جی میں کہنے لگی:

''فاطمہ نے کتنا اچھا جواب دیا ہے''

جیسے ہی عبدالکریم اور حمنہ نے دیکھا کہ کیسے فاطمہ نے والدہ کو ادب کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے جواب دیا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ان کی والدہ فاطمہ کا یہ جواب سن کر مسکرا رہی ہیں، یہ سب دیکھ کر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور ان دونوں نے یہ محسوس کیا کہ کم سے کم انہیں لذیذ کیک کی وجہ سے جسے ان کی والدہ نے اتنی محنت سے تیار کیا تھا، شکریہ کہنا چاہیے تھا۔

ان دونوں نے اپنی والدہ سے کہا:

”ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ جس رویہ سے ہم نے آپ سے بات کی ہے، ضرور ہمارے رویہ نے آپ کو تکلیف دی ہوگی، ہمیں اس بات کی امید ہے کہ آپ ہمیں معاف کردیں گی، ہم آئندہ کبھی بھی اس طرح پیش نہ آئیں گے“۔

یہ سن کر بچوں کی والدہ بہت خوش ہوئیں اور خوشی کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، اور محبت سے اپنے بچوں کو گلے سے لگالیا۔

پیارے بچو! جب کوئی آپ کو کوئی چیز دے جس کے کھانے کا یا اسے استعمال کرنے کا آپ کا دل نہیں چاہ رہا ہو تو ہمیشہ اس انداز سے مسکراتے ہوئے کہو:

”شکریہ، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے“

اس طرح آپ کا یہ انداز اوروں کی اور توجہ آپ کی طرف بڑھائے گا اور دوسروں سے آپ کے تعلق کو اور مضبوط کرے گا۔

Awami Poultry

پروپرائیٹر: پرویز اعوان

Hole sale center

عوامی پولٹری ہول سیل سینٹر

ہمارے ہاں مرغی کا مکمل سپیئر پارٹس دستیاب ہے، مثلاً گردن، پوٹا کلیجی، وینگ، لیگ پیس اور بون لیس وغیرہ دستیاب ہیں

تھوک و پرچون ہول سیل ڈیلر

نیز شادی بیاہ میں مال منڈی ریٹ پر دستیاب ہے

مین روڈ، رتہ امرال، راولپنڈی 0336-5478516 0321-5055398

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط18) مفتی طلحہ مدثر

شادی اور نکاح میں خواتین کے اختیارات (قسط3)

معزز خواتین! نکاح کے موقع پر عورت کا سب سے پہلا حق جو شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے، وہ اس کا مہر ہے، اسی سے متعلق کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

مہر میں خواتین کا حق واختیار

مہر اس مال اور عوض کا نام ہے جو نکاح کے بدلے میں بیوی کے لیے شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے، جو کہ خالصتاً بیوی کا حق ہے، اس عوض میں بیوی کے اولیاء، یا شوہر کے گھر والوں بلکہ خود شوہر کو بھی تصرف کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (سورہ نساء، آیت نمبر ۴)

ترجمہ: اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کردو (نساء)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (سورہ نساء، آیت ۲۴)

ترجمہ: پس تم ان میں جس سے فائدہ حاصل (صحبت وغیرہ) کرو تو ان کو ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو (نساء)

فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورہ نساء ۲۵)

ترجمہ: لہٰذا ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو اور دستور کے موافق ان کے مہر دے دو (نساء)

مذکورہ دونوں آیات میں عورتوں کو مہر دینے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ اس کے گھر والوں یا کسی اور کو، جس سے معلوم ہوا کہ مہر خالصتاً بیوی کا حق ہے، جس کا ادا کرنا شوہر کے ذمہ لازم ہے، قرض کی رقم کی طرح جب تک اس کی ادائیگی نہ کردی جائے یہ ذمہ میں لازم رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر بیوی کے

مہر کی ادائیگی کے بغیر شوہر کی وفات ہوجائے ،تو شوہر کے ترکہ میں سے قرض کی طرح پہلے مہر ادا کرنا ضروری ہے پھر باقی ترکہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا،الا یہ کہ بیوی اپنا مہر معاف کردے۔

مہر کی حقیقیت اور اہمیت سمجھنے میں اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں ،وہ نکاح میں مہر صرف کاغذی کاروائی اور خانہ پُری کی حیثیت سے لکھواتے ہیں،نہ مہر لکھواتے وقت مہر دینے کا ارادہ ہوتا ہے اور نہ ہی شادی کے بعد مہر دینے کا اہتمام کیا جاتا ہے، جوکہ بیوی کے ساتھ ایک طرح کا دھوکہ اور اس کی حق تلفی ہے،ایسے افراد کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعید منقول ہے چنانچہ حضرت میمون کردری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں،وہ فرماتے ہیں:

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا مرة ولا مرتین ولا ثلاثة حتی بلغ عشر مرار:أیما رجل تزوج امرأة بما قل من المهر أو كثر لیس فی نفسه أن یؤدی إلیها حقها، خدعها، فمات ولم یؤد إلیها حقها، لقی اللہ یوم القیامة وهو زان(المعجم الاوسط للطبرانی ،رقم الحدیث ۱۸۵۱،المعجم الصغیر للطبرانی ۱۱۱) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوایک مرتبہ نہیں،اور دو مرتبہ نہیں،اور تین مرتبہ نہیں ،یہاں تک کہ دس مرتبہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی کسی عورت سے تھوڑے یا زیادہ مہر پر نکاح کرے،اور اس کے دل میں عورت کو اس یہ حق (مہر) دینے کا ارادہ نہ ہو،تو اس نے عورت کو دھوکہ دیا،اور اگر وہ اس (عورت کے مہر) کا حق ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو قیامت کے دن اللہ سے زنا کار ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا(طبرانی)

مذکورہ حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مہر عورت کا حق ہے،اور حق کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنا یا اس معاملے میں عورت کی حق تلفی کرنا یا اس کو دھوکا دینا سخت وعید کا سبب ہے،جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے، چنانچہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ مہر کوئی محض کاغذی کارروائی نہیں بلکہ ایک حق ہے جس کی ادائیگی دیگر حقوق کی طرح لازمی اور ضروری ہے۔

---

[1] قال الهیثمی فی مجمع الزوائد :رواہ الطبرانی فی الأوسط، والصغیر، ورجاله ثقات(تحت رقم الحدیث ۶۶۵۴،باب فیمن نوی أن لا یقضی دینه)

قال المنذری فی الترغیب والترهیب:رواہ الطبرانی فی الصغیر والأوسط ورواته ثقات وتقدم حدیث صهیب بنحوہ(تحت رقم الحدیث ۲۷۸۱)

مال میں زیادتی کے لئے سوال کرنا، انگاروں کا سوال کرنا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ (مسلم، رقم الحديث، 1041"105"، باب كراهة المسألة للناس)

ترجمہ: جو لوگوں سے اُن کا مال (صرف) اپنا مال بڑھانے کی غرض سے سوال کرتا (اور مانگتا) ہے، تو وہ درحقیقت انگاروں کا سوال کرتا (اور مانگتا) ہے، اب (اس کی مرضی ہے کہ) چاہے تو کم مانگے، یا زیادہ مانگے (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرَ جَهَنَّمَ، فَلْيَسْتَقِلَّ مِنْهُ أَوْ لِيُكْثِرْ (ابن ماجه، رقم الحديث 1838، بَابُ مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں سے اُن کا مال (صرف) اپنا مال بڑھانے کی غرض سے سوال کرتا (اور مانگتا) ہے، تو وہ درحقیقت جہنم کے انگاروں کا سوال کرتا (اور مانگتا) ہے، اب (اس کی مرضی ہے کہ) چاہے تو کم مانگے، یا زیادہ مانگے (ابن ماجہ)

Savour Foods®

RAWALPINDI
Gordon College Road
Tel: 5532556-8, Fax: 5531923

ISLAMABAD
Blue Area
Tel:2348097-9

Lahore
Shama Chowk
Ferozpur Road
Tel: 37422635,37422640

Pindi Cricket Stadium
Tel:4855019 , 4855021

Melody Food Park
Tel:2873300

www.savourfoods.com.pk

مال کے حقوق ادا کرنا، مال میں برکت کا ذریعہ ہے

حضرت معبد جہنی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ مُعَاوِيَةُ، قَلَّمَا يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، وَيَقُولُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ قَلَّمَا يَدَعُهُنَّ، أَوْ يُحَدِّثُ بِهِنَّ فِي الْجُمَعِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ حُلْوٌ خَضِرٌ، فَمَنْ يَأْخُذْهُ بِحَقِّهٖ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ (مسند احمد، رقم الحديث 16837)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت کم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے، البتہ یہ کلمات اکثر جگہوں پر اور جمعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ذکر کرتے تھے کہ اللہ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ عطاء فرماتے ہیں، اور یہ دنیا کا مال بڑا میٹھا اور سرسبز وشاداب ہے، سو جو شخص اسے اس کے حق کے ساتھ لیتا ہے، اس کے لئے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا کا مال ودولت جو سرسبز وشاداب اور میٹھا معلوم ہوتا ہے، تو یہ اسی وقت ہے، جبکہ اس مال کے حقوق مثلاً زکاۃ وغیرہ ادا کیے جائیں، اور جن لوگوں کے حقوق اس مال سے وابستہ ہیں، اُن کے حقوق بھی ادا کیے جائیں، ایسے مال میں برکت شامل کردی جاتی ہے۔

روزی ضائع کرنے کا گناہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ (ابو داؤد، رقم الحدیث 1692)

ترجمہ: آدمی کو گناہ گار بنا دینے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ (اپنی یا اپنے متعلقین کی) روزی کو ضائع کر دے (ابوداؤ)

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ، عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ (مسلم، رقم الحدیث 996"40")

ترجمہ: آدمی کا یہی گناہ کافی ہے کہ وہ جس کی روزی پر قابض ہے، اسے روک لے (مسلم)

محدثین نے مذکورہ احادیث کا ایک مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب تک آدمی کے ذمہ اپنے اہل وعیال کا خرچہ پورا نہ ہو، اس وقت تک اسے صدقہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اہل وعیال کے نان نفقہ کی ذمہ داری اس پر ہے، لہٰذا پہلے ان کے نفقہ اور اخراجات پورے کرنے کی فکر کرنی چاہئے، نیز دوسری احادیث میں اہل وعیال پر خرچ کرنے کو بھی صدقہ قرار دیا گیا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اہل وعیال کی جائز اخراجات میں خرچ کرنا دوسرے غریب کو صدقہ کرنے سے زیادہ ضروری ہے، تو ایسی صورت میں مال کو بے جا ضائع کرنا کتنا بُرا ہوگا۔

CANNON PRIMAX PLUS

15 سالہ گارنٹی

051-5517039
0300-8559001

نذیر سنز

Cannon not selling
a mattress but a
good night sleep

418۔خان بلڈنگ بابو بازار، صدر راولپنڈی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیئے گئے چند کلمات کا تحفہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

يَا سَلْمَانُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ أَنْ يَّمْنَحَكَ كَلِمَاتٍ تَسْأَلُهُنَّ الرَّحْمٰنَ، وَتَرْغَبُ إِلَيْهِ فِيْهِنَّ، وَتَدْعُوْ بِهِنَّ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، قُلْ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ صِحَّةً فِيْ إِيْمَانٍ، وَإِيْمَانًا فِيْ حُسْنِ خُلُقٍ، وَنَجَاحًا يَتْبَعُهُ فَلَاحٌ وَرَحْمَةً مِنْكَ، وَعَافِيَةً وَمَغْفِرَةً مِنْكَ وَرِضْوَانًا (مستدرک حاكم، رقم الحديث 1919)

ترجمہ: اے سلمان! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں چند کلمات کا تحفہ دینا چاہتے ہیں، ان کلمات کے ذریعے تم رحمٰن سے سوال کرسکو گے، اور ان کلمات کے ذریعے سے رحمٰن کی طرف اپنی رغبت ظاہر کرسکو گے، اور ان کلمات کے ذریعے سے رات اور دن دعا کرسکو گے، وہ کلمات یہ ہیں کہ تم یوں کہا کرو کہ: اے اللہ میں آپ سے ایمان کے ساتھ صحت کا، اور ایمان کے ساتھ حُسنِ اخلاق کا اور ایسی کامیابی کا جس میں (دنیا اور آخرت کی) فلاح ہو، اور آپ کی رحمت کا، اور عافیت کا اور آپ کی مغفرت (اور بخشش) کا اور (آپ کی) رضامندی کا سوال کرتا ہوں (حاکم)

نیو عباسی الیکٹرونکس

با اختیار ڈیلر

Dawlance
CORONA
UNITED

فریج، ڈیپ فریز، واشنگ مشین، جوسر، استری، گیزر، کچن کی تمام ورائٹی
بہترین ہوم سروس دی جاتی ہے

Deals in: All kind of Electric & Gas Appliances

شہناز پلازہ، چاندنی چوک، مری روڈ راولپنڈی۔ فون: 051-4906381, 0321-5365458

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

کعبہ کو دیکھنے کے وقت دعاء کا حکم (قسط3)

(فصل نمبر3)

رؤیتِ کعبہ پر رفعِ یدین کی روایات

بعض روایات میں کعبہ کو دیکھنے پر صرف ''رفعِ یدین'' یعنی ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، لیکن ان روایات میں دعا کرنے اور اسی طرح ''رفعِ یدین'' یعنی ہاتھ اٹھانے کی کیفیت کا صراحتاً ذکر نہیں، اسی لیے فقہائے کرام کا اس موقع پر رفعِ یدین کی کیفیت اور اس کے محل کے تعین میں اختلاف ہوا، آگے اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

امام طبرانی نے محمد بن عثمان سے، انہوں نے محمد بن عمران سے، انہوں نے عمران ابنِ ابی لیلیٰ سے، انہوں نے ابنِ ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے مقسم سے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

نہیں ہاتھ اٹھائے جائیں گے، مگر سات مواقع پر، ایک تو نماز شروع کرنے کے وقت، دوسرے مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے وقت، جب بیت اللہ کو دیکھے، تیسرے صفا پر کھڑے ہونے کے وقت، چوتھے مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت، پانچویں جب لوگوں کے ساتھ عرفہ کی شام کو وقوف کرے، چھٹے مزدلفہ میں، ساتویں جمرہ کی رمی کے وقت دونوں مقامات پر (طبرانی) [1]

---

[1] حدثنا محمد بن عثمان بن أبی شیبة، ثنا محمد بن عمران بن أبی لیلی، حدثنی أبی، ثنا ابن أبی لیلی، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباس رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ روایت میں مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے وقت بیت اللہ کو دیکھنے سے عام دیکھنا بھی مراد لیا جاسکتا ہے، اور طواف شروع کرنے کے وقت بیت اللہ کو دیکھنا بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح ہاتھ اٹھانے کو دعا والی کیفیت پر بھی محمول کرنے کی گنجائش ہے، اور نماز شروع کرنے کی طرح ہاتھ اٹھانے کی کیفیت پر محمول کرنے کی بھی گنجائش ہے، اور اس کے متعلق فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، جس کی تفصیل اگلے باب میں آتی ہے۔

بہرحال اگر مسجدِ حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ پر خالی نظر پڑنا ہی مراد لیا جائے، تب بھی اس میں پہلی مرتبہ نظر پڑنے کی قید نہیں، اور دعا کے لیے ٹھہرنے کی بھی قید نہیں، اور لمبی دعا کی بھی قید نہیں۔

مذکورہ حدیث میں ''محمد بن ابی لیلیٰ'' راوی پائے جاتے ہیں، جن کو محدثین نے ''سیٔ الحفظ'' قرار دیا ہے، اور بعض نے ان کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ [1]

لیکن شیخ ناصر الدین البانی صاحب نے مذکورہ الفاظ پر مشتمل روایت کو، جس میں سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے کو حصر و تخصیص کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، باطل کہا ہے، کیونکہ ان سات مواقع کے علاوہ بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے، لہٰذا ان کے نزدیک ابنِ ابی لیلیٰ کے ''سیٔ الحفظ'' ہونے کا اثر اس روایت میں واضح ہے۔

نیز انہوں نے ابنِ ابی لیلیٰ کے ''حسن الحدیث'' قرار دینے سے بھی اختلاف کیا ہے، اور کہا ہے کہ ''سیٔ الحفظ'' کو ''حسن الحدیث'' قرار دینا درست نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم قال :لا ترفع الأيدى إلا فى سبع مواطن حين يفتتح الصلاة وحين يدخل المسجد الحرام فينظر إلى البيت، وحين يقوم على الصفا، وحين يقوم على المروة، وحين يقف مع الناس عشية عرفة وبجمع، والمقامين حين يرمى الجمرة(المعجم الكبير للطبرانى ، رقم الحديث : ١٢٠٧٢)

[1] قال الهيثمى:وفيه :ابن أبى ليلى وهو سىء الحفظ(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٥٩٥،باب رفع اليدين فى الصلاة)

و قال ايضاً:محمد بن أبى ليلى، وهو سىء الحفظ، وحديثه حسن إن شاء الله (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٤٦١، باب رفع اليدين عند رؤية البيت وغير ذلك)

[2] لا ترفع الأيدى إلا فى سبع مواطن :حين تفتتح الصلاة، وحين يدخل المسجد الحرام فينظر إلى البيت، وحين يقوم على المروة، وحين يقف مع الناس عشية عرفة، وبجمع، والمقامين حين يرمى الجمرة ." باطل بهذا اللفظ۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

لیکن اگر مذکورہ حدیث کے حصر کو اضافی قرار دیا جائے تو پھر اس کو باطل قرار دینے کی ضرورت نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه الطبراني في "المعجم الكبير : (3/146/2) "حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة: نا محمد بن عمران بن أبي ليلى: حدثني أبي: نا ابن أبي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس مرفوعا.

قلت: وهذا سند ضعيف من أجل ابن أبي ليلى وهو محمد بن عبد الرحمن، فإنه سيىء الحفظ، ورواه البزار في "مسنده) "رقم 519– كشف الأستار) من طريقه بلفظ:

"ترفع الأيدي" ..، دون "لا "النافية وقال:

رواه جماعة فوقفوه، وابن أبي ليلى ليس بالحافظ، إنما قال: " ترفع الأيدي "، ولم يقل: لا ترفع إلا في هذه المواضع.وأقره عبد الحق الإشبيلي في "الأحكام) "ق 102/1) وقال:

رواه غير واحد موقوفا، وابن أبي ليلى لم يكن حافظا.

وقال الحافظ في ترجمته من "التقريب :"

صدوق سيىء الحفظ جدا.

وكذا قال الذهبي في "الضعفاء "، إلا أنه لم يقل: " جدا "، وذلك لا يخرج حديثه من رتبة الضعف المطلق، وإنما من رتبة الضعف الشديد كما هو ظاهر، وأما قول الهيثمي في "المجمع : (3/238) " في إسناده محمد بن أبي ليلى وهو سيىء الحفظ، وحديثه حسن إن شاء الله تعالى.

فهو غير مستقيم، لأن السيىء الحفظ حديثه من قسم المردود كما هو مقرر في "المصطلح "وخصوصا في "شرح النخبة "للحافظ ابن حجر، وهذا إن كان يعني بقوله: حديثه جملة، كما هو الظاهر، وإن كان يعني هذا الحديث بخصوصه فما هو الذي جعله حسنا؟ وهو ليس له شاهد يقويه، ثم إنه يستحيل أن يكون هذا الحديث حسنا، وقد تواتر عن النبي صلى الله عليه وسلم رفعه يديه عند الركوع والرفع منه، ورفع يديه في الدعاء في الاستسقاء وغيره، وقد كفانا بسط الكلام في رد هذا الحديث الحافظ الزيلعي الحنفي في " نصب الراية (392 - 1/389) "، وبين أنه لا يصح مرفوعا ولا موقوفا، فراجعه، ثم إن في إسناد الطبراني محمد بن عثمان بن أبي شيبة، وفيه كلام كثير، فلا يحتج به عند المخالفة على الأقل، كما هو الشأن هنا، إذ زاد (لا) في أوله خلافا لرواية البزار، وهي أصح، إذ ليس فيها إلا ابن أبي ليلى، ويؤيد ذلك أنه أخرجه الشافعي (2/38/1023)من طريق سعيد بن سالم عن ابن جريج قال: حدثت عن مقسم به بلفظ:

"ترفع الأيدي في الصلاة " ...فذكر هذه السبع وزاد: " وعلى الميت ."

بيد أنه سند ضعيف، لانقطاعه بين ابن جريج ومقسم، ولعل الواسطة بينهما هو ابن أبي ليلى نفسه.

وسعيد بن سالم فيه ضعف من قبل حفظه، لكنه قد توبع، فقد أخرجه البيهقي في "السنن 5/72) "- 73) من طريق الشافعي، ثم قال:

وبمعناه رواه شعيب بن إسحاق عن ابن جريج عن مقسم، وهو منقطع لم يسمع ابن جريج من مقسم، ورواه محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس، وعن نافع عن ابن عمر، مرة موقوفا عليهما، ومرة مرفوعا إلى النبي صلى الله عليه وسلم دون ذكر الميت: وابن أبي ليلى هذا غير قوي في الحديث (سلسلة الأحاديث الضعيفة ، رقم الحديث ۱۰۵۴)

ابنِ ابی شیبہ نے ابنِ فضیل سے، انہوں نے ابنِ ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے مقسم سے اور انہوں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

ہاتھ اٹھائے جائیں گے سات مواقع پر، جب آپ نماز قائم کریں، اور جب آپ شہر سے واپس آئیں، اور جب آپ بیت اللہ کو دیکھیں، اور جب آپ کھڑے ہوں صفا پر اور مروہ پر، اور عرفات میں اور مزدلفہ میں، اور جمار کے پاس۔ [1]

مذکورہ روایت بھی، ابنِ ابی لیلیٰ کی حکم سے اور ان کی مقسم سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی مروی ہے، جیسا کہ اس سے پہلی روایت کی سند میں بھی مذکورہ راوی پائے جاتے ہیں، مگر اس روایت میں صفا اور مروہ کو الگ الگ شمار کرنے کے بجائے ایک دعا شمار کیا گیا، اور اس میں ایک اضافی چیز ''شہر سے آنا'' ذکر کیا گیا۔

جس سے اس کے متن میں اضطراب ظاہر ہوتا ہے، اور اس کا بظاہر سبب، ابنِ ابی لیلیٰ کا سیء الحفظ ہونا ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے علاوہ مذکورہ روایت میں ہاتھ اٹھانے کے وقت اور کیفیت وغیرہ میں وہی تقریر جاری ہوگی، جو اس سے پہلی روایت کے ضمن میں ذکر کی گئی۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت

امام طبرانی نے احمد بن شعیب سے، انہوں نے عمرو بن یزید سے، انہوں نے سیف بن عبید اللہ سے، انہوں نے ورقاء سے، انہوں نے عطاء بن سائب سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، اور انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

ہاتھوں کو اٹھایا جائے گا، جب آپ بیت اللہ کو دیکھیں، اور صفا پر اور مروہ پر، اور عرفات

---

[1] حدثنا ابن فضيل ,عن ابن أبى ليلى ,عن الحكم ,عن مقسم ,عن ابن عباس ، قال :لا ترفع الأيدى إلا فى سبعة مواطن :إذا قمت إلى الصلاة ، وإذا جئت من بلد ، وإذا رأيت البيت ، وإذا قمت على الصفا والمروة ، وبعرفات ، وبجمع ، وعند الجمار (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ١٥٩٩٦ ، في الرجل إذا رأى البيت أيرفع يديه أم لا ؟)

میں اور مزدلفہ میں، اور رمیِ جمار کے وقت، اور جب نماز قائم کی جائے۔ [1]

اور ابنِ ابی شیبہ نے ابنِ فضیل سے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

ہاتھ اٹھائے جائیں گے سات مواقع پر، جب بیت اللہ کو دیکھا جائے، اور صفا پر اور مروہ پر، اور مزدلفہ میں، اور عرفات میں، اور رمیِ جمار کے وقت۔ [2]

لیکن طبرانی اور ابنِ ابی شیبہ کی اس حدیث میں عطاء بن سائب راوی کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ ان کو اختلاط ہو گیا تھا۔ [3]

تاہم اس کے باوجود ابنِ ابی لیلیٰ والی اس سے پہلی روایت کی سند کے ساتھ مل کر اس کو حسن درجہ حاصل ہونے سے اختلاف نہ ہونا چاہئے۔ [4]

---

[1] حدثنا أحمد قال :أنا أبو يزيد عمرو بن يزيد قال :نا سيف بن عبيد الله قال :نا ورقاء ، عن عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم :رفع الأيدى :إذا رأيت البيت، وعلى الصفا والمروة، وبعرفة، وبجمع، وعند رمى الجمار، وإذا أقيمت الصلاة.

لم يرو هذين الحديثين عن عطاء إلا ورقاء ، ولا عن ورقاء إلا سيف، تفرد به :أبو يزيد(المعجم الأوسط،للطبرانى ، رقم الحديث :١٦٨٨)

حدثنا أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائى، أنا عمرو بن يزيد أبو بريد الجرمى، ثنا سيف بن عبيد الله، ثنا ورقاء ، عن عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :السجود على سبعة أعضاء :اليدين، والقدمين، والركبتين، والجبهة، ورفع الأيدى إذا رأيت البيت، وعلى الصفا والمروة، وبعرفة وبجمع وعند رمى الجمار وإذا أقيمت الصلاة "(المعجم الكبير للطبرانى ، رقم الحديث : ١٢٢٨٢)

[2] حدثنا ابن فضيل ,عن عطاء ,عن سعيد بن جبير ,عن ابن عباس ، قال :ترفع الأيدى فى سبعة مواطن ، إذا رأى البيت ، وعلى الصفا والمروة وفى جمع ، والعرفات ، وعند الجمار(مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ١٥٩٩٢ ، فى الرجل إذا رأى البيت أيرفع يديه أم لا ؟)

[3] قال الهيثمى:وفى الثانى عطاء بن السائب وقد اختلط(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٤٦١، باب رفع اليدين عند رؤية البيت وغير ذلک)

[4] وقرأت على أبى معالى الأزهرى، عن أم عبد الله الكمالية، قالت :أخبرنا يوسف بن خليل الحافظ فى كتابه، قال :أخبرنا خليل بن بدر، قال :أخبرنا الحسن بن أحمد، قال :أخبرنا أحمد بن عبد الله، قال :أخبرنا الطبرانى فى الأوسط، قال :حدثنا أحمد بن شعيب، قال :أخبرنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر ناصر الدین البانی صاحب نے ہاتھ اٹھانے کے ذکر کے ساتھ حضرت عطاء کی مذکورہ روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عمرو بن يزيد، قال :حدثنا سيف بن عبد الله، قال :حدثنا ورقاء ، عن عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضى الله عنهما، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:(ترفع الأيدى إذا رأيت البيت وعلى الصفا وعلى المروة وبعرفة وبجمع وعند رمى الجمرة وإذا أقيمت الصلاة)

وبه قال الطبرانى :لم يروه عن عطاء إلا ورقاء ولا عن ورقاء إلا سيف.

قلت :سنده من شرط الحسن.

فقد أخرجه الطبرانى فى الكبير من وجه آخر عن مقسم عن ابن عباس.

وللحديث طرق فى بعضها زيادة على هذا(نتائج الأفكارفى تخريج أحاديث الأذكار،كتاب أذكار الحج،قوله :فصل وإذا صل المحرم إلى حرم مكة)

[1] السجود على سبعة أعضاء :اليدين، والقدمين، والركبتين والجبهة، ورفع الأيدى إذا رأيت البيت، وعلى الصفا والمروة، وبعرفة، وبجمع، وعند رمى الجمار، وإذا أقيمت الصلاة ."

منكر بذكر رفع الأيدى.

أخرجه الطبرانى فى "المعجم الكبير (3/155/1 ") : حدثنا أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائى : حدثنا عمرو بن يزيد أبو بريد الجرمى:

أخبرنا سيف بن عبيد الله: أخبرنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: فذكره.

وعن الطبرانى رواه الضياء فى "المختارة . (61/249/2) "

قلت: وهذا سند ضعيف، وعلته عطاء بن السائب وكان اختلط، فلا يحتج بحديثه إلا ما رواه الثقات عنه قبل اختلاطه وهم: سفيان الثورى، وشعبة، وزهير بن معاوية، وزائدة بن قدامة، وحماد بن زيد، وأيوب السختيانى، ووهيب، كما يستفاد من مجموع كلام الأئمة فيه على ما لخصه ابن حجر فى "التهذيب " وفاته وهيب فلم يذكره فى جملة هؤلاء الثقات! وعلى كل حال فليس منهم ورقاء وهو ابن عمر راوى هذا الحديث عنه، فيتوقف عن الاحتجاج بحديثه كما هو مقرر فى "المصطلح "ويعامل معاملة الحديث الضعيف حتى يثبت، وهيهات، فقد جاء الحديث من طريق طاووس عن ابن عباس مرفوعا بالشطر الأول منه، رواه الشيخان وغيرهما، وهو مخرج فى "الإرواء . (310) "

فالشطر الثانى منكر عندى لتفرد عطاء به، وقد أعله الهيثمى فى "المجمع "فقال : (3/238)

وفيه عطاء بن السائب وقد اختلط.

وتعقبه المعلق على "نصب الراية "فقال : (1/390)

قلت: ورقاء من أقران شعبة، وسماع شعبة عن عطاء بن السائب قديم صحيح على أنه قال ابن حبان: اختلط بآخره، ولم يفحش حتى يستحق أن يعدل به عن مسلك العدول.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر ہمیں مذکورہ سات مشہور مواقع پر ہاتھ اٹھانے کی حد تک اس روایت کے منکر ہونے سے اتفاق نہ ہوسکا۔

البتہ ہاتھ اٹھانے کی کیفیت اور اس کے موقع کے متعلق اس میں بھی وہی اختلاف واحتمال ہے، جس کا ذکر، اس سے پہلی روایت میں گزرا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾قلت: وهذا التعقب لا غناء فيه، لأنه لا يلزم من كون ورقاء من أقران شعبة أن يكون سمع من عطاء قديما كما سمع منه شعبة، ألا ترى أن فى جملة من روى عن عطاء إسماعيل بن أبى خالد وهو من طبقة عطاء نفسه، بل أورده الحافظ ابن حجر فى الطبقة الرابعة من التابعين، بينما ذكر ابن السائب فى الطبقة الخامسة، فهو إذن من أقران عطاء وليس من أقران شعبة، ومع ذلك لم يذكروه فيمن روى عن عطاء قبل الاختلاط، ومثله سليمان التيمى، فهذا يبين أن السماع من المختلط قبل اختلاطه ليس لازما لكل من كان علاى الطبقة، كما أن العكس؛ وهو عدم السماع؛ ليس لازما لمن كان نازل الطبقة، وإنما الأمر يعود إلى معرفة واقع الراوى هل سمع منه قديما أم لا، خلافا لما توهمه المعلق المشار إليه.

ومما يؤيد ذلك أن بعض الرواة يسمع من المختلط قبل الاختلاط وبعده ومن هؤلاء حماد بن سلمة، فإنه سمع من عطاء فى الحالتين كما استظهره الحافظ فى "التهذيب "، ولذلك فلا يجوز الاحتجاج أيضا بحديثه عنه خلافا لبعض العلماء المحدثين المعاصرين، والله يغفر لنا وله.

وأما ما نقله ذلك المعلق عن ابن حبان، فهو رأى لابن حبان خاصة دون سائر الأئمة الذين حرصوا أشد الحرص على معرفة الرواة الذين سمعوا منه قبل الاختلاط، والذين سمعوا منه بعده، ليميزوا صحيح حديثه من سقيمه، وإلا كان ذلك حرصا لا طائل تحته، إذا كان حديثه كله صحيحا، أضف إلى ذلك أن فى " المصطلح "نوعا خاصا من علوم الحديث وهو "معرفة من اختلط فى آخر عمره "وقد ذكروا منهم جماعة أحدهم عطاء وقالوا فيهم:

فمن سمع من هؤلاء قبل اختلاطهم قبلت روايتهم، ومن سمع بعد ذلك أوشک فى ذلک لم تقبل . (1)

والحديث رواه الطبرانى أيضا فى "الأوسط 1678) "، 1679) وكذا فى "حديثه عن النسائى) "ق 314/2) بسنده هذا، ولكنه فصل بين الشطر الأول منه والآخر، جعلهما حديثين ثم قال:

لم يروهذين الحديثين عن عطاء بن السائب إلا ورقاء، ولا ورقاء إلا سيف تفرد به أبو بريد.

وعمرو بن يزيد أبو بريد: صدوق، ومثله سيف بن عبيد الله إلا إنه ربما خالف، كما فى "التقريب ."

وقد خالفه ابن فضيل فقال: عن عطاء به موقوفا على ابن عباس وهذا أصح.

أخرجه ابن أبى شيبة فى "المصنف . (1/77/2) "

والحديث بظاهره يدل على أن الأيدى لا ترفع فى غير هذه المواطن، وهذه الدلالة غير معتبرة عند الحنفية لأنها بطريق المفهوم، لكن قد روى الحديث بلفظ آخر يدل بمنطوقه على ما دل عليه هذا بمفهومه، فوجب علينا بيان حاله، فأقول:

لا ترفع الأيدى إلا فى سبع مواطن: حين تفتتح الصلاة، وحين يدخل المسجد الحرام فينظر إلى البيت، وحين يقوم على المروة، وحين يقف مع الناس عشية عرفة، وبجمع، والمقامين حين يرمى الجمرة (سلسلة الأحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ١٠٥٣)

Idara Ghufran

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی تیسری روایت

امام شافعی نے سعید بن سالم سے، انہوں نے ابنِ جریج سے روایت کیا ہے کہ مجھے مقسم کے حوالے سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ہاتھ اٹھائے جائیں گے نماز میں، اور جب آپ بیت اللہ کو دیکھیں، اور صفا پر اور مروہ پر، اور عرفات میں، اور مزدلفہ میں، اور دونوں جمروں کے قریب، اور میت پر۔ [1]

امام شافعی کی سند سے مذکورہ حدیث کو امام بیہقی نے بھی ''معرفۃ السنن'' میں روایت کیا ہے۔ [2]

مذکورہ روایت میں ''میت پر'' دعا کا ذکر اضافی ہے، جس کا ذکر اس سے پہلی روایات میں موجود نہیں۔

امام بغوی نے ''شرح السنۃ'' میں حضرت ابنِ عباس کی حدیث کو منقطع قرار دیا ہے، کیونکہ ابنِ جریج نے مقسم سے سماعت نہیں کی۔ [3]

---

[1] أخبرنا سعيد بن سالم، عن ابن جريج قال :حدثت، عن مقسم مولى عبد الله بن الحارث، عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم :أنه قال :ترفع الأيدى فى الصلاة، وإذا رأى البيت، وعلى الصفا والمروة، وعشية عرفة، وبجمع، وعند الجمرتين، وعلى الميت (مسند الإمام الشافعي ، رقم الحديث ٩٥٠)

[2] أخبرنا أبو بكر، وأبو زكريا قالا :حدثنا أبو العباس، أخبرنا الربيع، أخبرنا الشافعي، أخبرنا سعيد بن سالم، عن ابن جريج قال :حدثت عن مقسم، مولى عبد الله بن الحارث، عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم، أنه قال :ترفع الأيدى فى الصلاة، وإذا رأى البيت، وعلى الصفا، والمروة، وعشية عرفة، وبجمع عند الجمرتين وعلى الميت.

كذا فى روايتهما وفى المبسوط :وعند الجمرتين "(معرفة السنن والآثار، رقم الروايات ٩٨٠٠، ٩٨٠١، للبيهقى ،القول عند رؤية البيت)

[3] أخبرنا عبد الوهاب بن محمد الكسائى، أنا عبد العزيز بن أحمد الخلال، نا أبو العباس الأصم.

ح وأخبرنا أحمد بن عبد الله الصالحى، ومحمد بن أحمد العارف، قالا :أنا أبو بكر أحمد بن الحسن الحيرى، نا أبو العباس الأصم، أنا الربيع، أنا الشافعى، أنا سعيد بن سالم، عن ابن جريج، قال :حدثت عن مقسم، مولى عبد الله بن الحارث، عن ابن عباس، عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال :ترفع الأيدى فى الصلاة، وإذا رئى البيت، وعلى الصفا والمروة، وعشية عرفة، وبجمع، وعند الجمرتين، وعلى الميت.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

نیز امام بیہقی نے فرمایا کہ ابنِ جریج نے مقسم سے سماعت نہیں کی، اس لیے دونوں کے درمیان انقطاع پایا جاتا ہے، اور ابنِ ابی لیلیٰ کی حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کبھی موقوف طریقہ پر مروی ہے، اور کبھی مرفوع طریقہ پر مروی ہے، جس میں میت کا ذکر نہیں، اور ابنِ ابی لیلیٰ حدیث کے سلسلہ میں قوی شمار نہیں ہوتے۔ لے

جبکہ بعض حضرات نے مذکورہ روایت میں ''سعید بن سالم'' راوی کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔ جس کی مزید تفصیل آگے فصل نمبر ۴ میں آتی ہے۔

بہرحال مذکورہ روایت کی سند پر کلام ہے، لیکن اگر اس کو معتبر مانا جائے، تو بیت اللہ کو دیکھنے کے موقعہ اور رفع یدین کی کیفیت سے متعلق فقہائے کرام کی وہی آراء اس میں بھی جاری ہوں گی، جن کا ذکر پہلے گزرا۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت

امام بزار نے ابوکریب سے، انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن محاربی سے، انہوں نے ابنِ ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے مقسم سے، انہوں نے ابنِ عباس سے، نیز حضرت نافع نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الإمام :هـذا حديث منقطع(شرح السنة،للبغوى، رقم الحديث١٨٩٧ ،باب رفع اليدين عند رؤية البيت)

سعيد بن سالم القداح أبو عثمان المكى أصله من خراسان أو الكوفة صدوق يهم ورمى بالإرجاء وكان فقيها من كبار التاسعة(تقريب التهذيب، ج ١ ،ص ٣٥٤)

لے أخبرنا أبو بكر بن الحسن القاضى ,ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ,أنبأ الربيع بن سليمان ,أنبأ الشافعى ,أنبأ سعيد بن سالم ,عن ابن جريج ,قال :حدثت ,عن مقسم مولى عبد الله بن الحارث ,عن ابن عباس ,عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال " :ترفع الأيدى فى الصلاة ,وإذا رأى البيت ,وعلى الصفا والمروة وعشية عرفة وبجمع عند الجمرتين وعلى الميت "كذا فى سماعنا وفى المبسوط "وعند الجمرتين , "وبمعناه رواه شعيب بن إسحاق عن ابن جريج ,عن مقسم وهو منقطع لم يسمعه ابن جريج من مقسم ,ورواه محمد بن عبد الرحمن بن أبى ليلى عن الحكم عن مقسم ,عن ابن عباس ,وعن نافع ,عن ابن عمر مرة موقوفا عليهما ,ومرة مرفوعا إلى النبى صلى الله عليه وسلم دون ذكر الميت وابن أبى ليلى هذا غير قوى فى الحديث(السنن الكبرى للبيهقى، رقم الحديث ٩٢١٠)

ہاتھوں کو سات مواقع میں اٹھایا جائے گا، ایک تو نماز شروع کرنے کے وقت، دوسرے
بیت اللہ کا استقبال کرتے وقت، تیسرے صفا پر، چوتھے مروہ پر، پانچویں اور چھٹے
عرفات اور مزدلفہ میں، ساتویں حجرِ اسود کے قریب۔ [1]

مذکورہ روایت میں بیت اللہ کے استقبال اور حجرِ اسود کے قریب ہاتھ اٹھانے کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے، اس متن میں اضطراب کی بظاہر وجہ بھی ابنِ ابی لیلیٰ کا **سیء الحفظ** ہونا ہی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

امام بخاری نے ''قرۃ العینین'' میں حضرت شعبہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

حکم نے مقسم سے صرف چار احادیث سنی ہیں، جن میں یہ حدیث نہیں ہے۔

نیز امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ:

یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محفوظ نہیں، کیونکہ نافع کے اصحاب نے اس کی مخالفت کی ہے، اور حکم کی مقسم سے، مروی روایت مرسل ہے۔ [2]

بہر حال اس بحث سے قطع نظر، مذکورہ روایت کا مفہوم بھی پہلی روایت کے مطابق ہے، بلکہ اس

---

[1] حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء ، ثنا محمد بن عبد الرحمن بن محمد المحاربی، ثنا ابن أبی ليلی، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، وعن نافع، عن ابن عمر، عن النبی صلی الله عليه وسلم، قال " :ترفع الأيدی فی سبع مواطن :افتتاح الصلاة، واستقبال البيت، والصفا والمروة، والموقفين، وعند الحجر ."

قال البزار :رواه جماعة فوقفوه، وابن أبی ليلی ليس بالحافظ، إنما قال :ترفع الأيدی ، ولم يقل :لا ترفع إلا فی هذه المواضع(كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٥١٩،باب رفع اليدين)

[2] وقال وكيع عن ابن أبی ليلی ,عن نافع ,عن ابن عمر ,وعن ابن أبی ليلی ,عن الحكم ,عن مقسم , عن ابن عباس ,عن النبی صلی الله عليه وسلم قال :لا ترفع الأيدی إلا فی سبعة مواطن فی افتتاح الصلاة , واستقبال الكعبة ,وعلی الصفا والمروة ,وبعرفات ,وبجمع وفی المقامين وعند الجمرتين

قال علی بن مسهر والمحاربی عن ابن أبی ليلی ,عن الحكم ,عن مقسم ,عن ابن عباس ,رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم.

وقال شعبة إن الحكم لم يسمع من مقسم إلا أربعة أحاديث ليس فيها هذا الحديث ,

وليس هذا من المحفوظ عن النبی صلی الله عليه وسلم لأن أصحاب نافع خالفوا ,وحديث الحكم عن مقسم مرسل (قرة العينين برفع اليدين فی الصلاة،لمحمد بن إسماعيل البخاری، تحت رقم الحديث ٨١ و٨٢)

روایت میں بیت اللہ کو دیکھنے کے بجائے ''عند الحجر '' یعنی حجرِ اسود کے قریب کے الفاظ ہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ بیت اللہ کو تو دور اور قریب سے اور حجرِ اسود کے علاوہ دوسرے اطراف سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

''عند البیت ''یا''عند رؤیت البیت''وغیرہ کے بجائے''عند الحجر '' کی تعبیر سے ان فقہائے کرام کے قول کی تائید ہوتی ہے، جو سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے کی اس مشہور حدیث میں ساتواں موقعہ حجرِ اسود کے قریب طواف شروع کرتے وقت نماز کی طرح ہاتھ اٹھانا مراد لیتے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے، لیکن اس روایت میں'' استقبال البیت '' کے الفاظ پھر اضافی شمار ہوتے ہیں، الا یہ کہ'' استقبال البیت '' سے طواف شروع کرنا اور''عند الحجر '' سے استلام مراد لیا جائے۔واللہ اعلم۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی روایت

ابنِ ابی شیبہ نے ہی ابو خالد سے، انہوں نے اشعث سے، انہوں نے حکم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد یہ فرمایا کرتے تھے کہ:

ہاتھ آٹھ مواقع پر اٹھائے جائیں گے، بیت اللہ کے قریب، اور صفا پر اور مروہ پر، اور عرفات میں، اور مزدلفہ میں، اور دونوں جمرتین کے پاس۔ [1]

اس روایت میں سات کے بجائے آٹھ کی تعداد کا ذکر ہے، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں صفا اور مروہ اور دونوں جمروں کو الگ الگ شمار کیا گیا ہے، لیکن نماز کا ذکر اس روایت میں نہیں۔

ابراہیم اور خیثمہ کی روایت

ابنِ ابی شیبہ نے ہی ابو خالد سے، انہوں نے حجاج سے، انہوں نے طلحہ سے، انہوں نے ابراہیم اور

---

[1] حدثنا أبو خالد ,عن أشعث ,عن الحكم ، قال :كان أصحاب عبد الله يقولون :ترفع الأيدى فى ثمانية مواطن عند البيت ، وعلى الصفا والمروة ، وبعرفة ، وبالمزدلفة ، وعند الجمرتين(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ١٥٩٩٤ ،فى الرجل إذا رأى البيت أيرفع يديه أم لا ؟)

خیثمہ دونوں سے روایت کیا ہے کہ:

ہاتھ اٹھائے جائیں گے نماز میں اور بیت اللہ کے قریب، اور صفا پر، اور مروہ پر، اور مزدلفہ میں۔ [1]

اس روایت میں عرفات کا ذکر نہیں۔

معلوم ہوا کہ سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے کی روایت مختلف سندوں سے مروی ہے، جن میں بعض اسناد اگرچہ شدید ضعیف ہوں، لیکن بعض ضعیف ہیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر حسن درجہ حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ان میں سے پھر بعض روایات میں بیت اللہ کو دیکھنے، بعض میں بیت اللہ کا استقبال کرنے اور بعض میں بیت اللہ یا حجرِ اسود کے قریب کے الفاظ ہیں، جن سے بعض فقہاء کرام نے مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے وقت طواف سے قطع نظر بیت اللہ پر نظر پڑنا مراد لیا ہے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا مراد لیا ہے۔ لیکن حنفیہ نے ان روایات سے طواف شروع کرنے کے وقت، بیت اللہ کو دیکھنے یا اس موقع پر بیت اللہ کا استقبال کرنے یا اس موقع پر بیت اللہ یا حجرِ اسود کے قریب ہونے کا موقعہ مراد لیا ہے، اور آگے آنے والی ابراہیم نخعی کی روایت کو اس کا مفسر قرار دیا ہے۔ اور ہاتھ اٹھانے کی کیفیت نماز شروع کرنے والی قرار دی ہے۔ کیونکہ مذکورہ روایات میں دونوں قسم کے ہاتھ اٹھانے کو جمع کیا گیا ہے، چنانچہ نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھانے اور صفا و مروہ وغیرہ پر ہاتھ اٹھانے کی کیفیت مختلف ہے، جس کی تفصیل امام طحاوی کے حوالہ سے اگلے باب میں آتی ہے۔

ابراہیم نخعی کی روایت

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی ''کتاب الآثار'' میں امام ابو حنیفہ سے، انہوں نے طلحہ سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ:

---

[1] حدثنا أبو خالد ,عن حجاج ,عن طلحة ,عن إبراهيم وخيثمة ، قالا :ترفع فى الصلاة ، وعند البيت ، وعلى الصفا والمروة وبالمزدلفة(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ١٥٩٩٥ ،فى الرجل إذا رأى البيت أيرفع يديه أم لا ؟)

ہاتھوں کو سات مواقع پر اٹھایا جائے گا، ایک نماز کے شروع میں، دوسرے نمازِ وتر کے قنوت کے شروع میں، تیسرے عیدین میں، چوتھے حجرِ اسود کے استلام کے وقت، پانچویں صفا اور مروہ میں، چھٹے عرفات اور مزدلفہ میں، ساتویں جمرتین کے قریب۔ [1]

اس روایت میں حجرِ اسود کے استلام کے وقت کا ذکر ہے، جس سے ''عند الحنفیة'' طواف کے افتتاح کا وقت مراد لیا گیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے ''کتابُ الاصل'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ابراہیم نخعی کی روایت کے مطابق مذکورہ سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے کے موقف کو ذکر کیا ہے۔ [2]

اور متعدد حنفیہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ [3]

اور امام طحاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی حنفیہ کے اسی موقف کو اختیار کرنے کی آگے تفصیل آتی ہے، جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حنفیہ نے سات مواقع والی روایات میں ساتواں موقع مسجدِ حرام میں داخل ہو کر، بیت اللہ کو دیکھنے کے بجائے، طواف کے آغاز کے وقت دیکھنا اور اس موقع پر نماز کی طرح ہاتھ اٹھانا مراد لیا ہے، اور منسلکہ فتوے میں، جو اس روایت کی سند کو حنفیہ کے قواعد کے

---

[1] عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ " :تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ : فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَافْتِتَاحِ الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَعَرَفَاتٍ، وَجُمَعٍ، وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ (كتاب الآثار،لابی یوسف،رقم الحديث ۱۰۰، باب افتتاح الصلاة)

[2] قلت وفى كم موطن ترفع الأيدى قال فى سبع مواطن فى افتتاح الصلاة وفى القنوت فى الوتر وفى العيدين وعند استلام الحجر وعلى الصفا والمروة وبعرفات وبجمع وعند المقام وعند الجمرتين(الاصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج ا ص ۱۶۴، كتاب الصلاة، باب ما جاء فى القيام فى الفريضة)

[3] وعلى هذا قال أبو يوسف – رحمه الله تعالى – فى الإملاء يستقبل بباطن كفيه القبلة عند افتتاح الصلاة واستلام الحجر وقنوت الوتر وتكبيرات العيد، ويستقبل بباطن كفيه السماء عند رفع الأيدى على الصفا والمروة وبعرفات وبجمع وعند الجمرتين؛ لأنه يدعو فى هذه المواقف بدعاء الرغبة(المبسوط للسرخسى، ج ا ص ۱۶۶، كتاب الصلاة، احكام الوتر، الفصل الثانى القنوت فى الوتر)

وقال أبو يوسف فى الإملاء يستقبل بباطن كفيه القبلة عند افتتاح الصلاة واستلام الحجر وقنوت الوتر وتكبيرات العيدين ويستقبل كفيه إلى السماء عند رفع الأيدى على الصفا والمروة وبعرفات وعند الجمر(مجمع الانهر، ج ا ص ۲۷۱، كتاب الحج، فصل دخل المحرم مكة ليلا أو نهارا)

مطابق قابلِ استدلال قرار دینے کا عندیہ پیش کیا گیا ہے، تو واقعی حنفیہ نے اس سے استدلال کیا ہے، لیکن اس چیز پر نہیں، جس پر مذکورہ مسلکہ فتوے میں استدلال بیان کیا گیا ہے، بلکہ حنفیہ کی طرف سے طواف کے آغاز پر نماز کی طرح ہاتھ اٹھانے پر اس سے استدلال کیا گیا ہے۔

طاوس کی مرسل روایت

امام بیہقی نے سفیان سے، انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے، انہوں نے طاؤس سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھا، تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، آپ کی اونٹنی کی لگام (دائیں ہاتھ سے) گر گئی، تو آپ نے اس کو بائیں ہاتھ میں پکڑا، اور اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھایا۔ [1]

مذکورہ روایت مرسل ہے، اور حبیب بن ابی ثابت کو محدثین نے مدلّس قرار دیا ہے، جنہوں نے اس روایت میں ''عنعنه'' کیا ہے۔ [2]

جو حضرات بیت اللہ کو دیکھنے پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں، انہوں نے مذکورہ روایات سے استدلال کیا ہے۔

اور جو حضرات بیت اللہ کو دیکھنے پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مستحب قرار نہیں دیتے، جیسا کہ حنفیہ، انہوں نے بیت اللہ کو دیکھنے یا بیت اللہ پر نظر ڈالنے سے مراد طواف شروع کرتے وقت اور استلامِ حجر کے قریب، نماز شروع کرنے کی طرح ہاتھ اٹھانا مراد لیا ہے، جس کی تائید وتوضیح ابراہیم نخعی کی

---

[1] وروى سفيان، عن حبيب، عن طاوس قال :لما رأى النبى صلى الله عليه وسلم البيت رفع يديه، فوقع زمام ناقته، فأخذه بشماله، ورفع يده اليمنى(معرفة السنن والآثار، للبيهقى،رقم الحديث ٩٨٠٩،باب دخول مكة،القول عند رؤية البيت)

[2] قال ابن حجر: حبيب ابن أبى ثابت قيس ويقال هند ابن دينار الأسدى مولاهم أبو يحيى الكوفى ثقة فقيه جليل وكان كثير الإرسال والتدليس من الثالثة مات سنة تسع عشرة ومائة ع(تقريب التهذيب،لا بن حجر العسقلانى،ص ١٥٠،حرف الحاء المهملة)

و قال شعيب الارنووط: إسناده ضعيف، فإن حبيب بن أبى ثابت مدلس وقد عنعنه(حاشية مسند احمد،تحت رقم الحديث ١٩٧٥)

گزشتہ روایت سے ہوتی ہے۔ [1]

جہاں تک طاؤس کی مرسل روایت میں اونٹ کی لگام کی قید کا تعلق ہے، تو اس کی وجہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر تشریف فرما ہو کر طواف کیا تھا، لہٰذا اس روایت کو طواف کی حالت پر اور ہاتھ اٹھانے کو حجرِ اسود کے قریب ہاتھ اٹھانے پر محمول کرنے میں مانع نہیں ہونا چاہئے۔ [2]

خلاصہ یہ کہ بعض روایات میں بیت اللہ کو دیکھنے یا بیت اللہ کا استقبال کرنے یا حجرِ اسود کے قریب یا اس کے استلام کے وقت رفعِ یدین یعنی ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، جن میں بعض روایات سند کے اعتبار سے ضعیف یا شدید ضعیف ہیں، اور ان کے محمل ومصداق اور رفعِ یدین کی کیفیت میں بھی

---

[1] الجواب ان قوله: "عند البيت" يحتمل ان يكون معناه عند رؤية البيت، او يقرب به عند استلام الحجر، واثر ابراهيم النخعي المذكور في المتن يؤيد الاحتمال الثاني، ولم نقف على ما يؤيد الاول الا ما في مسند الشافعي بلفظ "واذا راى البيت" و فيه سعيد بن سالم القداح، ولم يصرح ابن جريج بسماعه عن مقسم، بل قال : حدثت عنه، فالثاني هو المتعين، لان اسناد حديث جابر احسن من هذا الاسناد، قاله الطحاوى (١ ٣٩).
و قال ايضاً: يحتمل ان يكون ما رواه ابن عباس حين كان النبي صلى الله عليه وسلم يوافق اليهود فيما لم يوح اليه فيه شئ تاليفا لهم، ثم امر بمخالفتهم، و حديث جابر محمول على المتاخر، فلا يستحب له الرفع عند رؤية البيت، والنظر يقتضيه، فقد اتفق العلماء على ان غير المحرم لا يستحب له الرفع فكذا المحرم، و هذا قول ابى حنيفة و ابى يوسف و محمد رحمهم الله تعالىٰ (اعلاء السنن، ج١٠، ص ٦٧ و ٦٨، كتاب الحج، باب رفع اليدين عن استلام الحجر، مطبوعة: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشي، الطبعة الثالثه: 1415 هـ)

[2] عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: طاف النبى صلى الله عليه وسلم فى حجة الوداع على بعير، يستلم الركن بمحجن (بخارى، رقم الحديث ١٦٠٧)
عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم طاف فى حجة الوداع على بعير، يستلم الركن بمحجن(مسلم، رقم الحديث ١٢٧٢ "٢٥٣")
جابر بن عبد الله يقول: طاف النبى – صلى الله عليه وسلم – فى حجة الوداع على راحلته بالبيت وبالصفا والمروة ليراه الناس، وليشرف، وليسألوه فإن الناس غشوه (سنن ابى داود، رقم الحديث ١٨٨٠)
قال شعيب الارنووط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داود)
عن ابن عباس: أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قدم مكة وهو يشتكى، فطاف على راحلته، كلما أتى على الركن استلم الركن بمحجن، فلما فرغ من طوافه أناخ، فصلى ركعتين (سنن ابى داود، رقم الحديث ١٨٨١)
وقال ايضاً: صحيح بشواهده (حاشية سنن ابى داود)

فقہائے کرام اختلاف ہے، اور جو حضرات، مسجدِ حرام میں داخل ہونے اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو مستحب قرار نہیں دیتے، ان کو مذکورہ روایات کا مخالف سمجھنا درست نہیں، کیونکہ انہوں نے مذکورہ روایات کا محمل و مصداق طواف کے آغاز کو قرار دیا ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ (جاری ہے............)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

اقبال ٹریڈرز
ہمارے ہاں پلاسٹک، اسٹیل، آفس فرنیچر اور کمپیوٹر ٹیبل کی ورائٹی دستیاب ہے
اس کے علاوہ المونیم کی کھڑکیاں اور دروازے، سیلنگ، بلائنڈز، وال پیپر، ونائل فلور ٹائل بھی دستیاب ہیں
بالمقابل چوک کوہاٹی بازار مری روڈ راولپنڈی
فون 5503080--5962705

عدنان احمد خان
0345-5067603
الفہد فوڈز کوکنگ سنٹر
دوکان نمبر K-93، ظفر الحق روڈ، نزد بوبی پان شاپ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
فون: 051-5961624

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

صفائی ستھرائی(Cleanliness) کے آداب (قسط3)

ہاتھوں کی صفائی کے آداب

(27)...... ہاتھوں کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، ہاتھ انسان کے روزانہ کے بہت سارے کاموں میں استعمال ہوتے ہیں، ہاتھوں ہی سے چیزوں کو پکڑا جاتا ہے، کوئی چیز بازار سے خریدنی ہوتی ہے تو ہاتھوں میں ہی پکڑی، اٹھائی، لی اور دی جاتی ہے، جو کام بھی کیا جاتا ہے، زیادہ تر ہاتھوں کے ذریعے سے ہی کیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے مختلف جگہوں سے گندگی، میل کچیل اور جراثیم وغیرہ ہاتھوں پر کثرت سے لگتے ہیں۔

اور ہاتھوں کو پاک صاف رکھنے والا انسان مختلف قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(28)...... رات کو سوتے میں ہاتھ کسی بھی ناپاک یا گندی جگہ لگ سکتا ہے اور وہ پھر کسی دوسری چیز کی ناپاکی یا گندگی اور بیماری کا باعث ہوسکتا ہے، مثلاً سوتے میں ہاتھ کسی زخم یا کسی دانے پر لگ جائے یا شرمگاہ پر لگ جائے، یا کوئی زہریلا جانور گزر جائے، یا سوتے ہوئے کسی جگہ ہاتھ لگنے سے جراثیم لگ جائیں، اس لئے سو کر اٹھنے کے بعد کسی کام کو کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(29)...... اگر بسہولت ممکن ہو تو استنجاء سے فراغت کے بعد ہاتھوں کو صابن وغیرہ سے دھولینا چاہئے، تاکہ ہر قسم کی گندگی و غلاظت دور ہوجائے۔

(30)...... کوئی مشکل و دشواری نہ ہو، تو کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھوں کو دھولینا چاہئے۔

Idara Ghufran

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی صورت میں صاف ستھرے ہاتھوں سے کھانا کھانے کی نعمت حاصل ہوتی ہے، اور کھانا کھاتے وقت کچھ کھانے کا حصہ ہاتھوں پر لگا رہ جاتا ہے، جس کے بعد ان ہاتھوں کے مختلف چیزوں پر لگنے سے دوسری چیزیں بھی گندی ہو سکتی ہیں، اور ان ہاتھوں پر مکھی، مچھر وغیرہ کے آنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، نیز اسی حال میں سو جانے سے کسی مضر چیز کے کھانے کے اثرات پر آ کر نقصان پہنچانے کا امکان بھی ہوتا ہے۔

منہ کی صفائی کے آداب

(31)...... منہ کی صفائی کے لئے ہر نماز کے لئے اور صبح و شام وغیرہ کے اوقات میں مسواک کا استعمال کیجئے، اور منہ و دانتوں کو فضلات سے صاف رکھیئے۔

منہ اور دانتوں کی صفائی سے جہاں ایک طرف دانت صاف ستھرے رہتے اور خوبصورتی اور دوسروں کی کشش کا باعث ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ کیڑا لگنے، درد ہونے اور میل کچیل سے محفوظ ہو کر ایک لمبی مدت تک پائیدار اور مضبوط ہو جاتے ہیں، اس کے علاوہ کئی معدہ کی بیماریوں سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

جو لوگ منہ اور دانت صاف نہیں کرتے، ان کے دانتوں میں درد ہونے لگتا ہے یا منہ سے بو آنے لگتی ہے، دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے، مسوڑھے سوج جاتے ہیں، ان میں پیپ پڑ جاتی ہے، اور پھر اس کی وجہ پیٹ اور جوڑوں کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اگر منہ گندہ ہو تو غذاء منہ سے گندگی کو لے کر معدہ میں جاتی ہے اور انسان طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، منہ سے اگر گندی اور سڑی ہوئی چیز معدہ کے اندر پہنچتی ہے، تو وہ مختلف بیماریوں اور معدہ میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

ہضم کے نظام میں دانتوں کا عمل بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور دانتوں میں خرابی پیدا ہونے سے بیسیوں بیماریاں مثلاً بدہضمی، دَست، قبض، پیٹ کے کیڑوں کا پیدا ہونا، خون کی کمی، شوگر وغیرہ کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ دانتوں کی خرابی کا اثر ایک مدت بعد ظاہر ہوتا ہے، اور پھر علاج اتنا کارآمد نہیں ہوتا، لہٰذا دانتوں کی حفاظت کی طرف پہلے ہی توجہ رکھنی چاہیئے، جس کا طریقہ ان کو صاف ستھرا رکھنا ہے، ہر وضو کے وقت اور کھانے کے بعد اور اسی طرح رات کو سونے سے پہلے اور جاگنے کے بعد سارے کے سارے دانتوں کو اہتمام اور اچھی طرح اندر باہر سے خوب صاف کرنا چاہیئے۔

منہ اور دانتوں کو صاف کرنے کے لئے صرف کلی کرلینا کافی نہیں، بلکہ اس کے لئے روزانہ ببول (کیکر) نیم یا پیلو کی لکڑی سے مسواک کرنی چاہیئے، جس سے دانت اچھی طرح صاف ہوجاتے ہیں، منہ اور زبان کی خراب رطوبت نکل جاتی ہے، اور ساتھ ہی کلے، جبڑے اور دانتوں کی ورزش بھی ہوجاتی ہے۔

اور مناسب مسواک سلیقہ سے جتنی بھی زیادہ کی جاتی ہے، اتنی ہی فائدہ مند ہوتی ہے، جبکہ مسواک کے بجائے مصنوعی برش کا زیادہ استعمال مسوڑھوں میں خراش کا سبب بن جاتا ہے۔

بعض لوگ پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں، وہ رات کو پان منہ میں رکھ کر سوجاتے ہیں، یہ عادت اچھی نہیں، اس سے منہ صاف نہیں رہتا، اور دانت خراب اور کم زور ہوکر جلدی گر جاتے ہیں، اسی طرح نسوار وغیرہ کا بھی معاملہ ہے۔

جس طرح صبح کو نیند سے جاگنے کے بعد منہ کو صاف کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح سونے سے پہلے منہ کو صاف کرنے کی ضرورت ہے، اول تو کھانا کھانے کے بعد ہی دانتوں کی درزوں میں پھنسے ہوئے روٹی کے ٹکڑے اور ساگ ترکاری کے ریشے کسی صاف دھاگے یا تنکے (ٹدوتھ پیک) سے نکال ڈالیں، اس کے بعد کلی اور مسواک کرکے منہ اور دانتوں کو اچھی طرح صاف کریں، اور جب سوئیں تو اس وقت بھی کلی اور مسواک کرکے سونا مناسب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے علاوہ مختلف اوقات میں مسواک کا اہتمام کرنا ثابت ہے، جس سے مختلف اوقات میں مسواک اور منہ کی صفائی کا اہتمام کرنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

(جاری ہے............)

Iqra Ghufran

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط38 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کی طرف سے معجزات کاظہور

فرعون نے تو اپنے طور پر یہ سمجھا ہوگا کہ حضرت موسیٰ اس طرح کی خوفناک دھمکی سے مرعوب ہوکر اپنی اس دعوت سے باز آجائیں گے، یا اپنے موقف میں کوئی لچک پیدا کردیں گے،لیکن حضرت موسیٰ نے پوری متانت وسنجیدگی اور نہایت وقار واستقامت کے ساتھ اس سے کہا کہ کیا تو اس حالت میں بھی مجھے قید کردے گا، جبکہ میں اپنی سچائی اور تیری غلطی کی تیرے سامنے کوئی کھلی اور واضح نشانی لے آؤں؟ جو میرے دعوے کی صداقت کو پوری طرح نکھار دے؟

قرآن مجید کی سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُکَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ .قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ کُنْتَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ۳۰، ۳۱)

یعنی ”موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگرچہ میں لے آؤں تیرے سامنے ایک واضح چیز بھی؟ فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اسے لے آؤ“۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا یہ جواب سن کر سمجھ لیا کہ فرعون ان کے دلائل کے سامنے بالکل لاجواب ہوگیا ہے، اور اس میں ایک گونہ کمزوری آ گئی ہے، اسی لیے حضرت موسیٰ نے کلام میں نرم اسلوب اختیار کرتے ہوئے کہا کہ:

کیا میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کا معجزہ پیش کروں جو ثابت کردے گا کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں؟

تو فرعون نے کہا ہاں، اگر سچے ہو تو پیش کرو۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دربار میں ہی اپنا عصا زمین پر پھینک دیا وہ دیکھتے دیکھتے بہت

بڑا سانپ یا اژدہا بن کر فرعون کی طرف بڑھا، جس سے فرعون سخت دہشت زدہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اسے سنبھالو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسے ہاتھ میں لینا ہی تھا کہ وہ پھر سے عصا بن گیا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالا تو وہ بغیر کسی بیماری کے چمک رہا تھا، اور اس میں یہ سفیدی کسی مرض اور عیب وغیرہ کی وجہ سے نہیں تھی، جیسا کہ برص کے مرض میں ہوتی ہے، جس سے بدن پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں۔

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ . وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ٣٢، ٣٣)

یعنی ''موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈال دی، تو وہ دفعتاً ایک نمایاں اژدھا بن گیا۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا''۔

اسی طرح کا مضمون قرآن مجید کی سورہ اعراف میں بھی آیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ . فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ . وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ (سورة الاعراف، رقم الآيات ١٠٦ الىٰ ١٠٨)

یعنی ''(فرعون) بولا اگر تم کوئی نشان لے کر آئے ہو تو اسے پیش کرو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی ڈال دی، تو وہ دفعتاً ایک نمایاں اژدھا بن گیا۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا''۔

اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون مان لیتا، ایمان لے آتا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اپنے نبی ہونے کا کوئی معجزہ دکھاؤ، لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے معجزات دکھلا دیے گئے، تو اپنے دلوں میں اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ یہ اللہ کے معجزے ہیں، ظلم اور غرور کی راہ اختیار کی اور ان کا انکار کر دیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو تسلیم نہیں کیا، اور انکار کر دیا۔

چنانچہ سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا جَائَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ. وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (سورة النمل، رقم الآيات ۱۳، ۱۴)

یعنی ''پس جب ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں پہنچ گئیں، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور ان نشانیوں کا انہوں نے ظلم وسرکشی کی وجہ سے انکار کردیا، حالانکہ ان کا باطن ان کی صداقت کا یقین کرچکا تھا، تو آپ دیکھ لیجیے کہ زمین میں فساد پھیلانے والوں کا کیا انجام ہوا''۔

فرعون اور اس کی قوم نے ان معجزات کا انکار کردیا، حالانکہ ان کے دل حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی صداقت وحقانیت کا یقین کرچکے تھے۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تعصب وعناد، ظلم وتکبر اور عناد وہٹ دھرمی وغیرہ کس قدر بری چیزیں ہیں کہ حق کے پوری طرح واضح ہوجانے کے باوجود انسان کو اس سے محروم کردیتی ہیں۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ محض دل سے ماننا اور یقین کرلینا کافی نہیں جب تک کہ زبان سے بھی اس کا اقرار واعلان نہ ہو۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مشہور ''حدیثِ فتون'' میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے دربار میں جانے اور فرعون سے بات چیت کرنے اور معجزات کو پیش کرنے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

---

[1] فانطلقا جميعا إلى فرعون، فأقاما على بابه حينا لا يؤذن لهما، ثم أذن لهما بعد حجاب شديد، فقالا: (إنا رسولا ربک) قال :(فمن ربكما يا موسى) فأخبره بالذى قص الله عليک فى القرآن، قال :فما تريد، وذكره القتيل فاعتذر بما قد سمعت، وقال :إنى أريد أن تؤمن بالله وترسل معى بنى إسرائيل فأبى عليه ذلک، وقال :ائت بآية إن كنت من الصادقين، فألقى عصاه فإذا هى حية عظيمة فاغرة فاها مسرعة إلى فرعون، فلما رآها فرعون قاصدة إليه خافها فاقتحم، عن سريره واستغاث بموسى أن يكفها عنه ففعل، ثم أخرج يده من جيبه فرآها بيضاء من غير سوء -يعنى من غير برص -ثم ردها فعادت إلى لونها الأول(مسند ابى يعلىٰ الموصلى، رقم الحديث ۲٦۱۸)

قال الهيثمى:رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح غير أصبغ بن زيد والقاسم بن أبى أيوب وهما ثقتان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۱٦٦)

وقال حسين سليم اسد الدارانى:رجاله ثقات(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

Idara Ghufran

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

’’ کَمْأَۃُ ‘‘ کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے (قسط1)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ’’اَلْکَمْأَۃُ‘‘ نامی چیز کے پانی کو آنکھوں کی شفاء قرار دیا ہے، اور مختلف صحابۂ کرام نے یہ احادیث روایت کی ہیں۔

ذیل میں وہ احادیث ترجمہ کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (بخاری، رقم الحديث ۵۷۰۸، مسلم، رقم الحديث ۲۰۴۹"۱۵۷")

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ’’اَلْکَمْأَۃُ‘‘ (بنی اسرائیل پر نازل ہونے والے) ’’مَن‘‘ (کی قسم میں) سے ہے، اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے (بخاری، مسلم)

اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ الَّذِی أَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى بَنِی إِسْرَائِيلَ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (مسلم، رقم الحديث ۲۰۴۹"۱۵۹"و"۱۶۱")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’کَمْأَۃُ‘‘ اُس ’’مَن‘‘ (کی قسم میں) سے ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا، اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ الَّذِی أَنْزَلَ اللهُ عَلَى مُوسَى، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (مسلم، رقم الحديث ۲۰۴۹"۱۶۰")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کَمْأَةُ'' اُس ''مَن'' (کی قسم میں) سے ہے، جو اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل کیا تھا، اوراس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے (مسلم)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں بنی اسرائیل پر ''مَنْ'' اور ''سَلْویٰ'' نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے، مَنْ ''اور ''سَلْویٰ'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا پاکیزہ رزق تھا۔

مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کَمْأَةُ'' کو بنی اسرائیل پر نازل ہونے والے ''مَن'' کی قسم قرار دیا ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِيهَا شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ، وَالْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (ترمذی، رقم الحديث ۲۰۶۶، باب ما جاء فی الكمأة والعجوة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عجوہ (کھجور) جنت سے ہے، اوراس میں زہر سے شفاء ہے، اور ''کَمْأَةُ'' ''مَن'' (کی قسم میں) سے ہے، اوراس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے (مسلم)

عجوہ کھجور مدینہ منورہ کی ایک خاص کھجور کا نام ہے، اور مذکورہ حدیث میں عجوہ کھجور کے جنت سے ہونے کا مطلب بعض محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ظاہری اعتباری سے (نہ کہ لذت وذائقہ وغیرہ ہر اعتبار سے) دنیا کی اس عجوہ کھجور کی مشابہت جنت کی عجوہ کھجور سے ہو۔

نیز مذکورہ حدیث میں عجوہ کھجور کی فضیلت کی ایک وجہ اس کا جنت کا میوہ ہونا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (سورة البقرة، رقم الآية ۵۷)

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۶۰)

يَابَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى. كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَى. وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى (سورة طٰهٰ، رقم الآيات ۸۰، ۸۱ و ۸۲)

کا اس کی تعریف کرنا، اور اس میں زہر سے شفاء ہونا ہے۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَذَاكَرُوا الْكَمْأَةَ، فَقَالُوا: هِيَ جُدَرِيُّ الْأَرْضِ، وَمَا نَرَى أَكْلَهَا يَصْلُحُ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: " الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ، وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ (مسند احمد، رقم الحديث ٨٦٨١، ترمذی، رقم الحديث ٢٠٦٨، باب ما جاء فی الكمأة والعجوة، ابنِ ماجه، رقم الحديث رقم الحديث ٣٤٥٥) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ''کَمْأَةٌ'' کے بارے میں گفتگو ہوئی، تو بعض حضرات نے کہا کہ ''کَمْأَةٌ'' زمین کی چیچک ہے، اور ہم اس کو کھانے کے لئے بہتر نہیں سمجھتے، جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، تو آپ نے فرمایا ''کَمْأَةٌ'' ''مَن'' (کی قسم میں) سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ اور عجوہ (کھجور) جنت سے ہے، اور یہ زہر سے شفا ہے (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَصْحَابِهِ وَهُمْ يَتَنَازَعُونَ فِي هَذِهِ الشَّجَرَةِ الَّتِي (اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ) فَقَالُوا :

---

[1] اطباء نے تمام جسمانی امراض کا سبب چار زہروں (یعنی آتشکی زہر، سوزا کی زہر، بواسیری زہر اور خنازیری زہر) کو قرار دیا ہے، گویا انسانی جسم میں جب بھی کوئی مرض ظاہر ہوتا ہے، تو وہ مرض دراصل جسم میں چار زہروں میں سے کسی ایک زہر کے پائے جانے کی علامت ہوتا ہے، مذکورہ حدیث میں عجوہ کھجور کی یہ خاص فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اس میں زہر سے شفاء ہے، لہٰذا کسی بھی مرض کا سبب بننے والے زہر کے علاج میں عجوہ کھجور کو مناسب مرکبات کے ساتھ استعمال کر کے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، رسالہ ''کھجور اور طبِ نبوی، مصنفہ: مفتی محمد رضوان صاحب، زیرِ طبع از ادارہ غفران''، اور ''کلیاتِ طبِ اسلامی، مصنفہ: حکیم فیض محمد فیض، صفحہ 312، مطبوعہ: فیض الحکمت، اسلامیہ کالج، اوکاڑہ'')

[2] قال الترمذی: هذا حديث حسن.

وقال شعيب الارنؤوط: حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف شهر بن حوشب.

وقال الالبانی: صحيح لغيره.

نَحۡسَبُهَا الۡكَمۡأَةَ ـ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ " :الۡكَمۡأَةُ مِنَ الۡـمَـنِّ، وَمَـاؤُهَـا شِفَاءٌ لِلۡعَيۡنِ، وَالۡعَجۡوَةُ مِنَ الۡجَنَّةِ،وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ

(مسند احمد، رقم الحديث ٨٠٥١، حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف شهر بن حوشب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے، اور وہ اس درخت کے بارے اپنی رائے کا اظہار کررہے تھے(جس کا قرآن مجید کی سورہ ابراہیم میں ذکر آیا ہے،یعنی) جو زمین کے کچھ اوپر سے ہی اکھاڑ لیا جاتا ہے، اسے کچھ استحکام (وجماؤ)نہیں ہوتا'' چنانچہ بعض حضرات نے کہا کہ ہمارا گمان ہے کہ وہ''کَمْأَةُ'' ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''کَـمْـأَةُ''تو''مَن''(کی قسم میں) سے ہے، اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے، اور عجوہ (کھجور) جنت سے ہے اور یہ زہر سے شفا ہے(مسند احمد) [1]

---

[1] قرآن مجید میں پاکیزہ کلمہ(وگفتگو) کو پاکیزہ درخت اوراور خبیث وناپاک کلمہ(وگفتگو) کو ناپاک وخبیث درخت سے تشبیہ دی گئی ہے، مذکورہ حدیث میں صحابۂ کرام کی گفتگو بظاہر اُس خبیث وناپاک درخت کی تحقیق میں تھی، اس سلسلہ میں بعض حضرات نے قرآن مجید میں بیان کردہ خبیث وناپاک درخت کا مصداق''کَمْأَةُ'' کو قرار دیا، اس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے''کَمْأَةُ'' کو''مَن''کی قسم فرمایا، اوراس کے پانی کو آنکھ کے لئے شفاء قرار دیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيۡثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيۡثَةِ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ (سورة ابراهيم، رقم الآية٢٦)

ترجمہ: اور خبیث(وناپاک) بات کی مثال ایسے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ اوپر سے ہی اکھاڑ لیا گیا، اسے کچھ استحکام(وجماؤ)نہیں ہے(سورہ ابراہیم)

بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں مذکور پاکیزہ درخت کا مصداق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو قرار دیا ہے، اور اور خبیث وناپاک درخت کا مصداق حنظل کو قرار دیا ہے، حنظل اندرائن کے درخت کو کہا جاتا ہے، اور اندرائن کے پھل کو''تُمّاں'' کہا جاتا ہے، اندرائن کے درخت کا پھل یعنی''تُمّاں'' ظاہر میں نارنگی، سنگترہ، مالٹا، گریپ فروٹ، چکوترے یا لیموں جیسا ہوتا ہے، اور ذائقہ میں انتہائی کڑوا ہوتا ہے۔

عَنۡ أَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِنَاعِ جَزۡءٍ فقَالَ: (مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَفَرۡعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤۡتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذۡنِ رَبِّهَا) فقَالَ: هِيَ النَّخۡلَةُ (وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡأَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ)قال هي الحنظلة.قَالَ شُعَيۡبٌ فَأَخۡبَرۡتُ بِذَلِكَ أَبَا الۡعَالِيَةِ فقَالَ كَذَلِكَ كُنَّا نَسۡمَعُ (ابن حبان، رقم الحديث ٤٧٥، ترمذی، رقم الحديث ٣١١٩، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ٤١٦٥)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن

Idara Ghufran

قتادہ رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: أَخَذْتُ ثَلاثَةَ أَكْمُؤٍ أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَعَصَرْتُهُنَّ فَجَعَلْتُ مَائَهُنَّ فِي قَارُورَةٍ فَكَحَلْتُ بِهِ جَارِيَةً لِي فَبَرَأَتْ (ترمذی، رقم الحديث ۲۰۶۹، باب ما جاء في الكمأة والعجوة)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تین یا پانچ یا سات "کَمْأَةٌ" لیں، پھر میں نے انہیں نچوڑا اوران کا پانی ایک شیشی میں رکھ لیا، پھر اسے سُرمہ کے ساتھ ملا کر ایک لڑکی کی آنکھ میں ڈالا تو وہ صحیح ہوگئی (ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَثُرَتِ الْكَمْأَةُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْكَمْأَةَ مِنْ جُدَرِيِّ الْأَرْضِ، فَامْتَنَعُوا مِنْ أَكْلِهَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: " أَلا مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَزْعُمُونَ أَنَّ الْكَمْأَةَ مِنْ جُدَرِيِّ الْأَرْضِ، أَلا وَإِنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ جُدَرِيِّ الْأَرْضِ، أَلا إِنَّ الْكَمْأَةَ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ، أَلا وَإِنَّ الْعَجْوَةَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَهُوَ شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ "

(شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ۵۶۸۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں "کَمْأَةٌ" کی کثرت ہوگئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا کہ "کَمْأَةٌ" زمین کی چیچک میں سے ہے، لہٰذا وہ حضرات اس کے کھانے سے رُک گئے، پھر بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، تو آپ باہر تشریف لائے، اور منبر پر چڑھے، اور فرمایا کہ خبردار! اُن قوموں کو کیا ہوگیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ "کَمْأَةٌ" زمین کی چیچک میں سے ہے، خبردار! یہ ہرگز بھی زمین کی چیچک میں سے نہیں، بلکہ یاد رکھو کہ "کَمْأَةٌ" "مَن" (کی قسم میں) سے ہے اوراس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ اور یاد رکھو کہ عجوہ (کھجور) جنت سے ہے، اور یہ زہر سے شفا ہے (شرح مشکل الآثار)

چیچک کے دانے دراصل جسم میں پیدا ہوجانے والے ناقص فضلات ہوتے ہیں، جو جلد میں سے باہر نکل آتے ہیں، اور بدنُما محسوس ہوتے ہیں، مذکورہ حدیث میں بعض صحابہ کا ''کَمْأَۃُ'' کو زمین کی چیچک قرار دینے کی مراد بعض محدثین نے یہ بیان کی ہے کہ اُن صحابہ نے سمجھا کہ ''کَمْأَۃُ'' بھی زمین کا فضلہ ہے، جو زمین سے باہر نکل آتا ہے، صحابہ نے یہ بات گویا ''کَمْأَۃُ'' کی مذمت کے طور پر کہی، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی تردید فرما کر ''کَمْأَۃُ'' کی اس طرح خوبی اور تحسین بیان فرمائی کہ ''کَمْأَۃُ'' کے پانی میں آنکھ کی شفا ہونے کی خبر دیدی، اور ''کَمْأَۃُ'' کو ''مَن'' کی قسم قرار دیا، جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِهِ أَكْمُؤٌ، فَقَالَ: هَؤُلَاءِ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٠٧٤)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور آپ کے ہاتھ میں کئی ''کَمْأَۃُ'' تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ''مَن'' (کی قسم میں) سے ہیں، اور ان کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے (ابن حبان، ابویعلیٰ، بزار، ابن ابی شیبہ)

حضرت عمرو بن حریث اپنے والد حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْكَمْأَةُ مِنَ السَّلْوَى، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلعَيْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٢٧، قال شعيب الارنؤوط: صحيح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کَمْأَۃُ'' ''سلویٰ'' (کی قسم میں) سے ہے، اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے (مسند احمد) (جاری ہے.........)

[1] قال الالباني: وهذا إسناد صحيح (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٥٩١٨)

ادارہ غفران میں قمری مہینوں کی 17، 19، اور 21 تاریخوں میں حجامہ کیا جاتا ہے۔
حجامہ کے لئے تشریف لانے والے حضرات مندرجہ ذیل فون نمبر پروقت لے کر تشریف لائیں۔
حکیم مفتی محمد ناصر صاحب: 051-5507270 0333-5365830

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب و روز

□...... 14/ 21/ 28ربیع الاول، اور 6ربیع الآخر1440ہجری بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 16/ 23ربیع الاول اور یکم/ و8ربیع الآخر1440ہجری بروز اتوار، مفتی صاحب مدیر کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 17/ 24/ ربیع الاول اور 9/ ربیع الآخر بروز پیر، بعد ظہر، ادارہ میں حکیم قاری محمد اقبال صاحب کا طبی مذاکرہ ہوا، جس کے بعد حکیم صاحب موصوف نے آنے والے مریضوں کا طبی معائنہ بھی کیا۔

□...... 17/ 19/ اور 21ربیع الاول، بروز پیر، بدھ اور جمعہ ادارہ میں بعض مریضوں کا حجامہ کیا گیا۔

□...... 12/ ربیع الاول بروز بدھ، بعد نمازِ مغرب مفتی صاحب مدیر نے اپنے ایک عزیز جناب عبدالباسط صاحب کا بحریہ ٹاؤن میں ایک مقام پر نکاحِ مسنون پڑھایا۔

□...... 16/ ربیع الاول بروز اتوار، مفتی صاحب مدیر مع چند اراکینِ ادارہ کے جناب تیمور مغل صاحب کی دعوتِ ولیمہ میں اسلام آباد میں ایک مقام پر شریک ہوئے۔

□...... 17/ ربیع الاول بروز پیر، مفتی صاحب مدیر نے ادارہ کے پڑوس میں جناب عارف صاحب کی والدہ کا نمازِ جنازہ پڑھایا، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، اور پسِ ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔

□...... 15/ ربیع الآخر بروز ہفتہ، مفتی صاحب مدیر، حافظ محمد عفان، اور بندہ محمد ناصر، جناب نوید عباسی صاحب کے گھر عشائیہ پر مدعو تھے۔

□...... 22/ ربیع الاول (یکم/ دسمبر) بروز ہفتہ تعمیرِ پاکستان سکول میں سیکنڈ ٹرم کے امتحانات کے لئے طلبہ/ طالبات کے والدین کو سکول میں مدعو کر کے نظامُ الامتحانات (Date Sheet) فراہم کیا گیا، اور والدین کے ساتھ اُن کے بچوں سے متعلق مشاورت (Parents Teacher Meeting) ہوئی، اور 2ربیع الآخر تا11/ ربیع الآخر1440ھ (بمطابق 10/ تا19دسمبر) تک بحمد اللہ تعالیٰ امتحانات کا سلسلہ جاری رہا، اور 14/ ربیع الآخر (22/ دسمبر) بروز ہفتہ کو سیکنڈ ٹرم کے امتحانات کا نتیجہ طلبہ کو فراہم کرنے کے ساتھ ہی 23/ ربیع الآخر (31/ دسمبر) بروز پیر تک سردیوں کی چھٹیوں کا آغاز ہوگیا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/نومبر/2018ء/12/ربیع الاول/1440ھ: پاکستان: پاکستان کے سخت ردِّعمل پر امریکا کا رویہ نرم پڑ گیا، حکام سے رابطہ، امریکا کو پاکستان کی طرف سے کیے گئے تعاون کی قدر ہے، سفارتی سطح پر رابطہ جاری رکھنے کی یقین دہانی ☎ نیویارک: اقوام متحدہ، جنرل اسمبلی کی تیسری کمیٹی میں کشمیریوں کے حق میں قرار داد منظور 22/نومبر: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار 23/نومبر: پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی، طورخم بارڈر سے کپاس درآمد کرنے، 2لاکھ ٹن گندم فروخت کرنے کی منظوری 24/نومبر: پاکستان: وفاقی کابینہ کا اجلاس، 31دسمبر کے بعد اسمگل ہوکر آنے والے موبائل فون بلاک کرنے کا فیصلہ، پابندی کا اطلاق پہلے سے موجود موبائل فون پر نہیں ہوگا 25/نومبر: پاکستان: عالمی منڈی، ایک ماہ میں خام تیل کی قیمتیں 25فیصد تک کم 26/نومبر: پاکستان: وزیرِاعظم کی زیرِصدارت بنی گالہ میں اجلاس، 11ماہرین معیشت کی شرکت، غربت مٹاؤ پروگرام، عالمی بینک سے 4 کروڑ ڈالر قرض کی منظوری، نیا پاکستان ہاؤسنگ اسکیم کے لیے 5ارب مختص 27/نومبر: پاکستان: بیرونِ ملک پاکستانیوں کے لیے نائیکوپ کی شرط ختم کرنے پر اتفاق، نائیکوپ کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، پاکستانیوں میں خوشی کی لہر 28/نومبر: پاکستان: گردشی قرضے ختم کرنے کے لیے، اسلامی بانڈ جاری کرنے کا فیصلہ، پاور سیکٹر کے لیے اسلامک فنانسگ کی سہولت، حکومتِ پاکستان کی گارنٹی پر پاور پاک مینجمنٹ کے قیام کی منظوری 29/نومبر: پاکستان: کرتار پوری راہداری کا سنگ بنیاد، بھاتی وفد کی پاکستان آمد 30/نومبر: پاکستان: وفاقی کابینہ، افغان سرحد پر باڑ کے لیے مزید 20ارب کی منظوری ☎ آئی جی تبادلہ کیس، اعظم سواتی ذمہ دار قرار، 62ون ایف کے تحت نوٹس جاری یکم/دسمبر: پاکستان: ڈالر اور سونا مہنگا، شرح سود میں اضافہ، بدترین مہنگائی کا خدشہ ☎ پیٹرول ڈیزل کی قیمت میں 2.2روپے فی لیٹر کمی کا اعلان 2/دسمبر: پاکستان: روپے کی قدر میں کمی، حج اخراجات ساڑھے 3لاکھ تک پہنچنے کا امکان 3/دسمبر: پاکستان: پاک چین فضائیہ کی مشترکہ مشقوں کا پاکستان میں آغاز 4/دسمبر: پاکستان: سی پیک کے مغربی روٹ پر چینی سرمایہ کاری بند، کام معطل، پارلیمانی کمیٹی کا اظہارِ تشویش 5/دسمبر: پاکستان: پی آئی اے، یوٹیلٹی سٹورز سمیت 15ادارے نجکاری کی فہرست سے خارج 6/دسمبر: پاکستان: ٹرین کرایوں میں اضافہ، اطلاق کل سے ہوگا، 40ٹرینوں کے کرائے 7سے 19فیصد

بڑھے، ڈالر کی اونچی اڑان اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ سبب بنا ✍ 7 / دسمبر: پاکستان: نومبر کے دوران مہنگائی کی شرح میں 6.5 فیصد اضافہ ✍ 8 / دسمبر: پاکستان: وزراء، ارکانِ پارلیمنٹ کا ٹول ٹیکس سے استثنیٰ ختم کر دیا گیا ✍ 9 / دسمبر: پاکستان: این آئی سی ایل کیس، سابق چیئرمین ایاز نیازی سمیت 6 ملزموں کو 7،7 سال قید، احاطہ عدالت سے گرفتار، احتساب عدالت نے 10،10 سال کے لیے عوامی عہدے کے لیے بھی نااہل قرار دے دیا ✍ 10 / دسمبر: پاکستان: سعودی عرب کے ساتھ حج معاہدہ پر دستخط، پاکستان کے کوٹہ میں 5 ہزار اضافہ، آئندہ سال ایک لاکھ 84 ہزار 210 پاکستانی حج کر سکیں گے ✍ 11 / دسمبر: پاکستان: لاہور سمیت مختلف شہروں میں بارش، مری اور بالائی علاقو ں میں برفباری، سردی کی شدت میں اضافہ ✍ 12 / دسمبر: پاکستان: پیراگون سکینڈل، سعد رفیق بھائی سمیت گرفتار، حمزہ شہباز کو بیرونِ ملک جانے سے روک دیا گیا، ن لیگ سمیت دیگر اپوزیشن ارکان کی مذمت، انتقامی کاروائی کا الزام ✍ 13 / دسمبر: پاکستان: امریکہ نے گھٹنے ٹیک دیے، پاکستان کو بلیک لسٹ پر استثنیٰ دے دیا، سفارتکار کی دفترہ خارجہ طلبی، پاکستان کا شدید احتجاج، ہمیں اپنی اقلیتوں پر کسی سے لیکچر لینے کی ضرورت نہیں، آئین مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بناتا ہے، ترجمان دفتر خارجہ ✍ 14 / دسمبر: پاکستان: سپریم کورٹ: بڑے نجی سکولز کی فیس میں 20 فیصد کمی، سکول فیس میں سالانہ 8 فیصد سے زائد اضافہ پر پابندی، گرمی کی چھٹیوں میں لی گئی فیس کا 50 فیصد بھی واپس کرنا ہوگا۔

✍ 15 / دسمبر: پاکستان: ایل ڈی اے کا 38 واسا کا 9 ٹیپا کا ڈیڑھ ارب کا بجٹ منظور، عوامی منصوبے بروقت مکمل کرنے کی ہدایت، پنجاب حکومت ✍ 16 / دسمبر: پاکستان: مقبوضہ کشمیر، بھارتی فوج کی مظاہرین پر سیدھی فائرنگ، 10 شہید، درجنوں زخمی، جھڑپوں کے درمیان آنسو گیس، پیلٹس گن کا بے دریغ استعمال، پاکستان کی شدید مذمت، عالمی تحقیقات کرائی جائیں، پاکستان ☎ پاک افغان بارڈر، 802 کلومیٹر باڑ نصب، 233 قلعوں کی تعمیر مکمل، ترجمان پاک فوج ☎ 16 دسمبر 1971، سقوطِ ڈھاکہ، بازو کٹے 47 سال ہوگئے، زخم آج بھی ہرا ✍ 17 / دسمبر: پاکستان: دہشتگردی کے خلاف پوری قوم متحد، سانحہ اے پی ایس نے پاکستانیوں کو نیا عزم دیا، سیاسی وعسکری قیادت ✍ 18 / دسمبر: ابوظہبی: پاکستان کے تعاون سے امریکہ اور طالبان میں مذاکرات شروع ✍ 19 / دسمبر: پاکستان: برٹش ایئرویز کا 10 سال بعد پروازیں بحال کرنے کا اعلان، پاکستان کا خیر مقدم ✍ 20 / دسمبر: پاکستان: نیپرا نے بجلی ایک سال کے لیے 1 روپے 27 پیسے یونٹ مہنگی کر دی۔

لذیذہ مرغ پلاؤ®

Laziza Murgh Pulao®

Murgh Pulao
Pulao Kabab

برانچ:
چوک آفندی کالونی، صادق آباد، راولپنڈی
051-8489611
0300-9877045

برانچ: النور پلازہ، نزد شیل پٹرول پمپ، مین اڈیالہ روڈ، راولپنڈی
051-8772884 0334-8082229
برانچ: جامع مسجد روڈ، پل شاہ نذر، راولپنڈی

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُم بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ: تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو، اُس میں افضل چیز حجامہ ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے (ترمذی، بخاری، مسلم)

سنت بھی علاج بھی

الحجامہ کلینک

ان بیماریوں کا بہترین علاج

پچھنے لگوانے میں روحانی وجسمانی دونوں بیماریوں کی شفاء ہے

جسم کا درد ۔ ڈپریشن ۔ ہائی بلڈ پریشر ۔ عرق النساء ۔ بواسیر

موٹاپا ۔ گھنٹیا ۔ یرقان ۔ دردِ شقیقہ ۔ بانجھ پن

ہارمونز کا مسئلہ ۔ یورک ایسڈ ۔ معدہ ۔ شوگر ۔ جوڑوں کا درد

جسم کا سُن ہوجانا ۔ کولیسٹرول

اس کے علاوہ 72 بیماریوں کا علاج

علاج برائے خواتین

مسز عمران رشید (Cupping Therapist)

Diploma Holded of Cupping Therapy(Hijamah)

Executive Member : Hijamh Aps Fourm

مکان نمبر NE-786، ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر 4، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900

علاج برائے مرد حضرات

شہریار صاحب

فیز 8، بحریہ ٹاؤن، راولپنڈی فون 0313-9524191

زیرِ انتظام

عمران رشید، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی ۔فون 0333-5187568

Shaikh Ahsan
0314-5165152

Shaikh M. Usman
0321-5593837

Classic Electronics

Deals in :Computer Networking,
Cable & Accessories

TP-LINK
The Reliable Choice
Authorized Dealer in Pakistan

CISCO
UBIQUITI NETWORKS
D-Link Building Networks for People
Baynet Advance Network Products
MikroTik
netis
Tenda
BAYLAN
TOTOLINK The Smartest Network Device

Shop # 3,G/F, TM Plaza
D.A.V. College Road,Rawalpindi
Tell: 051-5775571-2. Cell: 0314-5165152

مدیر: بابا جی عبدالشکور

راولپنڈی کا سب سے بڑا اور پرانا کتب خانہ

کتب خانہ رشیدیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

قرآن پاک تفاسیر

احادیث فقہ

تاریخ اصلاحی کتب

درسی کتب اور شروحات

اور بیروت کی کتب

دستیاب ہیں

کتب خانہ اپنی پرانی جگہ (دارالعلوم تعلیم القرآن، مدینہ مارکیٹ) منتقل ہوگیا ہے

راجہ بازار مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

فون: 051-5771798 0321-5879002